ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

جلد 22 شمارہ 01 اگست 2024ء - محرم الحرام 1446ھ

جلد 22 شمارہ 01

ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

اگست 2024ء - محرم الحرام 1446ھ

بشرفِ دعا
حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ
وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت
مفتی محمد ناصر
مولانا طارق محمود
مولانا محمد ریحان

فی شمارہ.................... 50 روپے
سالانہ.................... 500 روپے

پبلشرز
محمد رضوان
سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط و کتابت کا پتہ
ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959
راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر
محمد شرجیل جاوید چوہدری
ایڈووکیٹ ہائی کورٹ
0323-5555686

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 500 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ "التبلیغ" حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جا سکے گا

برائے رابطہ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17
عقب پٹرول پمپ وچمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان
فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5702840
www.idaraghufran.org
Email: idaraghufran@yahoo.com
www.facebook.com/Idara Ghufran

ترتیب وتحریر

صفحہ

آئینۂ احوال.............مسلمان کوقتل کرنے کے گناہ کی شدت.........مفتی محمد رضوان 3

درسِ قرآن (سورہ آلِ عمران: قسط53)........................غزوۂ اُحد میں پہنچنے والی تکلیف

اوراس کا سبب وحکمت...// // 5

درسِ حدیث..........اللہ کے نزدیک دنیا کی ذلت وحقارت (قسط1)......// // 15

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

افادات وملفوظات..مفتی محمد رضوان 18

علم کے مینار: ....فقہ مالکی، منہج، تلامذہ،

کتب، مختصر تعارف (بیسواں حصہ)...مفتی غلام بلال 23

تذکرۂ اولیاء: ....پاکستان میں مسئلہ ٹیکس اور

خلافتِ عمر سے اس کا حل (قسط8).......................................مولانا محمد ریحان 26

پیارے بچو!...............گرمی کی شدت اور درخت کی اہمیت.............// // 30

بزمِ خواتین ...ملازمت اور تجارت میں خواتین کے اختیارات (حصہ:18)....مفتی طلحہ مدثر 31

آپ کے دینی مسائل کا حل ....تکفیر بازی ومغالطاتِ

سلفی کا جائزہ (قسط22)..ادارہ 33

کیا آپ جانتے ہیں؟.....................تجارتی بائیکاٹ، اور اس میں غلو

وبے اعتدالی (قسط1)..مفتی محمد رضوان 41

عبرت کدہ ....حضرت موسیٰ اور خضر (حصہ چہارم).......مولانا طارق محمود 54

طب وصحت..دانتوں کی صفائی کی اہمیت

اوراس کے امراض..حکیم مفتی محمد ناصر 57

اخبارِ ادارہ ....ادارہ کے شب وروز...............................// // 59

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئینۂ احوال

مفتی محمد رضوان

مسلمان کو قتل کرنے کے گناہ کی شدت

موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کے ایک دوسرے کو ذرا ذرا سی باتوں پر قتل کرنے کا سلسلہ بہت تیز ہو گیا ہے، شاید ہی کوئی دن ایسا گزرتا ہو، جس میں ناحق کسی مسلمان کو قتل نہ کیا جاتا ہو، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مسلمان کے قتل کے گناہ کی شدت کا احساس ہی ختم ہوتا جارہا ہے، جبکہ مسلمان کو قتل کرنے کا دنیا و آخرت میں وبال اور عذاب بڑا شدید اور سنگین ہے، آخرت کا عذاب تو بہت طویل اور سنگین ہے ہی، دنیا میں بھی اپنی، یا اپنے بیوی، بچوں، یا نسل پر، اس کا وبال سامنے آجاتا ہے، جو زندگی بھر کے لیے المناک و غمناک لمحات گزارنے کا سبب بنتا ہے۔

قرآن و سنت میں قتلِ مسلم کے گناہ پر بڑی سخت ترین وعیدیں آئی ہیں۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَزَوَالُ الدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ قَتْلِ مُؤْمِنٍ بِغَيْرِ حَقٍّ (سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ٢٦١٩) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یقینی طور پر دنیا کا زائل و ختم ہوجانا، اللہ کے نزدیک ایک مومن کے ناحق قتل سے بھی ہلکی چیز ہے (ابنِ ماجہ)

اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَزَوَالُ الدُّنْيَا أَهْوَنُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ قَتْلِ رَجُلٍ مُّسْلِمٍ (سنن النسائی، رقم الحديث ٣٠٨٧)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یقینی طور پر دنیا کا زائل و ختم ہوجانا، اللہ کے نزدیک ایک مسلم آدمی کے قتل سے بھی ہلکی چیز ہے (نسائی)

اور حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية سنن ابنِ ماجه)

www.idaraghufran.org

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ أَنَّ أَھْلَ السَّمَاءِ وَأَھْلَ الْأَرْضِ اِشْتَرَکُوْا فِیْ دَمِ مُؤْمِنٍ لَأَکَبَّھُمُ اللّٰہُ فِی النَّارِ (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۱۳۹۸)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر آسمان اور زمین والے کسی ایک مؤمن کو قتل کرنے میں شریک ہوں، تو اللہ اُن سب کو آگ میں پھینک دے گا (ترمذی)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قُتِلَ قَتِیْلٌ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُعْلَمُ قَاتِلُہٗ، فَصَعِدَ مِنْبَرَہٗ، فَقَالَ: یَا أَیُّھَا النَّاسُ أَیُقْتَلُ قَتِیْلٌ وَأَنَا بَیْنَ أَظْھُرِکُمْ لَا یُعْلَمُ مَنْ قَتَلَہٗ؟ لَوْ أَنَّ أَھْلَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ اِجْتَمَعُوْا عَلٰی قَتْلِ اِمْرِءٍ مُسْلِمٍ لَعَذَّبَھُمُ اللّٰہُ بِلَا عَدَدٍ وَّلَا حِسَابٍ (المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۱۲۶۸۱) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دَور میں کوئی قتل ہوگیا، جس کے قاتل کا پتہ نہ تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے منبر پر چڑھے، اور فرمایا کہ اے لوگو! کیا کسی شخص کا قتل ہوجائے، اور میں تم لوگوں میں موجود ہوں، پھر بھی اُس کو قتل کرنے والے کا علم نہ ہو؟ اگر آسمان وزمین کے تمام لوگ کسی ایک مسلمان کو قتل کرنے کے لیے جمع ہوجائیں، تو اللہ اُن سب کو گنتی اور حساب کے بغیر عذاب دے گا (طبرانی)

معلوم ہوا کہ مسلمان کو قتل کرنا، اتنا سنگین گناہ ہے کہ اگر ایک مسلم کے قتل کے جرم میں بالفرض ساری دنیا کے افراد بھی شریک ہوجائیں، تو اللہ ان سب کو جہنم کے عذاب میں مبتلا فرمائے گا۔

اس قسم کی احادیث سے مسلمان کو قتل کرنے، یا قتل میں شرکت وتعاون کرنے، اس پر اُبھارنے، یا کسی مسلمان کے قتل کی سپاری دینے کے گناہ کی شدت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

اس لیے مسلمان کے قتل اور اس میں کسی طرح کے تعاون اور شرکت سے ہر مسلمان کو بچنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

[1] قال الھیثمی: رَوَاہُ الطَّبَرَانِیُّ، وَرِجَالُہٗ رِجَالُ الصَّحِیحِ غَیْرَ عَطَاءِ بْنِ أَبِی مُسْلِمٍ، وَثَّقَہُ ابْنُ حِبَّانَ وَضَعَّفَہٗ جَمَاعَةٌ (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۱۲۳۰۱)

www.idaraghufran.org

درسِ قرآن (سورہ آلِ عمران: قسط53، آیت نمبر165 تا168) مفتی محمد رضوان

غزوۂ اُحد میں پہنچنے والی تکلیف اور اس کا سبب وحکمت

اَوَلَمَّآ اَصَابَتْکُمْ مُّصِیْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَیْهَا قُلْتُمْ اَنّٰی هٰذَا قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِکُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (۱۶۵) وَمَآ اَصَابَکُمْ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِیَعْلَمَ الْمُؤْمِنِیْنَ (۱۶۶) وَلِیَعْلَمَ الَّذِیْنَ نَافَقُوْا وَقِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعْنٰکُمْ هُمْ لِلْکُفْرِ یَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِیْمَانِ یَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَیْسَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا یَکْتُمُوْنَ (۱۶۷) اَلَّذِیْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِکُمُ الْمَوْتَ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ (۱۶۸) (سورة آلِ عمران)

ترجمہ: کیا جب پہنچی تم کو کوئی مصیبت، یقیناً پہنچا چکے ہو تم، اس سے دوگنی، تو کہا تم نے کہ کہاں سے ہے یہ، کہہ دیجیے آپ کہ یہ تمہارے اپنے پاس سے ہے، بے شک اللہ ہر چیز پر قدیر ہے(۱۶۵) اور وہ چیز جو پہنچی تم کو دو جماعتوں کی ملاقات (یعنی اُحد) کے دن، تو اللہ کی اجازت سے ہے، اور تاکہ جان لے وہ (اللہ) مومنوں کو(۱۶۶) اور تاکہ جان لے وہ (اللہ) ان کو جنہوں نے نفاق کیا، اور کہا گیا ان کو کہ آؤ تم، اور قتال کرو تم اللہ کے راستہ میں، یا دفاع کرو تم، کہا انہوں نے کہ اگر جانتے ہم قتال کو، تو ضرور بالضرور اتباع کرتے ہم تمہاری، وہی لوگ کفر کے لئے اس دن، زیادہ قریب تھے، اپنے ایمان کی بنسبت، کہتے ہیں وہ اپنے مونہوں سے وہ، جو نہیں ہوتا ان کے دلوں میں، اور اللہ زیادہ جانتا ہے، ان چیزوں کو جو چھپاتے ہیں وہ(۱۶۷) وہ لوگ جنہوں نے کہا اپنے بھائیوں کے لیے، اور بیٹھے رہے وہ کہ اگر اطاعت کر لیتے، وہ لوگ ہماری، تو قتل نہ کیے جاتے وہ، کہہ دیجیے آپ کہ ہٹالو تم اپنی جانوں سے موت کو، اگر تم ہو سچ کہنے والے(۱۶۸) (سورہ آلِ عمران)

تفسیر وتشریح

مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احد کے موقع پر پیش آنے والی اس مصیبت کا ذکر کیا ہے، جو ستر مسلمانوں کے شہید ہونے وغیرہ کی صورت میں پیش آئی، جس سے مسلمانوں کو دکھ پہنچا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ تم بھی اس سے پہلے بدر کے موقع پر کافروں کو اس سے دوگنا، تکلیف پہنچا چکے ہو، جس میں ان کے ستر افراد قتل ہوئے تھے، اور ستر ہی قید ہوئے تھے۔

دوسری بات یہ ہے کہ احد میں جو مصیبت تم کو پہنچی اس میں خود تمہاری کوتاہی کو دخل تھا کہ ایک تو بدر کے موقعہ پر تم نے اللہ کی طرف سے مالِ غنیمت حلال ہونے سے پہلے، اور ان کو چھوڑنے کی اجازت حاصل ہونے سے پہلے، ان کو قتل کرنے کے بجائے فدیہ لے لیا، اور ان کے قیدیوں کو چھوڑ دیا، جو اللہ کی ناراضگی کا باعث بنا، اور اس کا احد میں ان کفار کی طرف سے مسلمانوں کو مختلف شکلوں میں خمیازہ بھگتنا پڑا، اسی کے ساتھ تم احد کے موقع پر نبی کے حکم کی تعمیل کو چھوڑ کر مالِ غنیمت کے حاصل کرنے میں لگ گئے۔

تیسری بات یہ ہے کہ اللہ کو جس طرح بدر میں فرشتے نازل کر کے فتح دلانے پر قدرت ہے، اسی طرح احد وغیرہ میں شکست دلانے پر بھی قدرت ہے، اس لئے بدر کے بعد، احد میں جو کچھ ہوا، وہ اللہ تعالیٰ کے اذن ومشیت سے ہوا۔

چوتھی بات یہ ہے کہ احد میں جو کچھ ہوا، اس میں اللہ کی اور بھی حکمتیں تھیں، مثلاً مسلمانوں کی شہادت اور عارضی شکست سے امتحان مقصود تھا، تاکہ منافق اور مومنوں کے طرزِ عمل الگ الگ ظاہر ہو جائیں، اس موقع پر یہ امتحان بھی ہو گیا۔

مؤمنین کا اخلاص اور منافقین کی منافقت واضح ہو گئی، جس کو ہر دیکھنے والے نے دیکھ لیا، اس شدت کے وقت منافقین الگ ہو کر کھڑے ہو گئے، اور اعتراضات بھی کئے اور مخلص مومن ثابت قدم رہے، اور اس موقع پر اس یقین وعقیدہ کو پختہ کرنے کی دعوت دی گئی کہ موت سے راہِ فرار ممکن نہیں، وہ ہر حال میں آ کر رہے گی، خواہ جہاد وقتال سے بیٹھ کر گھر میں رہو، یا مضبوط قلعوں میں، اس

کا اللہ نے ہر ایک کے لئے وقت مقرر فرما رکھا ہے۔

پس مسلمانوں کو مال ودولت کے بجائے، اللہ کی رضا پیشِ نظر ہونی چاہیے، خواہ زندہ رہے، یا فوت ہوجائے، جیسا کہ پہلے بھی تفصیل کے ساتھ ذکر کیا جاچکا ہے۔

اب اس سلسلہ میں چند احادیث وروایات ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ :لَمْ تَحِلَّ الْغَنَائِمُ لِأَحَدٍ سُودِ الرُّءُوسِ قَبْلَكُمْ، كَانَتْ تَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ نَارٌ فَتَأْكُلُهَا، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ وَقَعَ النَّاسُ فِي الْغَنَائِمِ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ :لَوْلَا كِتَابٌ مِنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ، فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ(صحیح ابنِ حبان،رقم الحدیث ۴۸۰۶)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غنیمت کے اموال تم سے پہلے کسی قوم کے لئے حلال نہیں تھے، آسمان سے آگ نازل ہوتی تھی، پھر وہ ان اموال کو کھالیا کرتی تھی، پھر جب بدر کا دن ہوا، تو لوگوں نے مالِ غنیمت کو حاصل کیا، جس پر اللہ نے سورہ انفال کی یہ آیت نازل فرمائی کہ:

لَوْلَا كِتَابٌ مِنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ، فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيم

اگر نہ ہوتی، کتاب، اللہ کی، سبقت لے چکی، تو پہنچتا تم کو، ان چیزوں میں جو لیا تم نے (یعنی فدیہ ومالِ غنیمت) عذابِ عظیم (صحیح ابنِ حبان)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بعض روایات میں یہ تصریح بھی ہے کہ اس امت کے لئے مالِ غنیمت کے حلال ہونے کا حکم آنے سے سے پہلے ہی غزوہ بدر کے موقع پر لوگوں نے مالِ غنیمت کو لے لیا، جس پر تنبیہ کرنے کے لئے سورہ انفال کی یہ آیت نازل ہوئی، اور پھر اس کے بعد مالِ غنیمت کو حلال قرار دیا گیا۔

(ملاحظہ ہو: مصنف ابنِ ابی شیبۃ،رقم الحدیث ۳۳۹۹۶،مَا جَاءَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم ، أَنَّ الْمَغَانِمَ أُحِلَّتْ لَهُ،شرح مشکل الآثار،للطحاوی،رقم الحدیث ۳۳۱۰)

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوہ بدر میں کفار ومشرکین سے مالِ غنیمت کا حاصل کرنا، مسلمانوں پر عتاب کا باعث بنا تھا، کیونکہ اس وقت تک مالِ غنیمت کو اس امت کے لئے حلال

قرار نہیں دیا گیا تھا۔

بعض اہلِ سیر نے بدر کے واقعہ کی بنیاد بھی کفارِ قریش کے مالِ غنیمت حاصل کرنے کو قرار دیا ہے۔

(ملاحظہ ہو:فتح الباری،ج۷،ص ۲۸۲،کتاب المغازی،باب غزوۃ العشیرۃ)

بہرحال مذکورہ روایات سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی طرف سے کفارمشرکین سے مالِ غنیمت کے طور پر مال کا حصول اللہ کی ناراضگی وعتاب کا باعث بنا تھا۔

جبکہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بدر کے قیدیوں کوفدیہ لے کر چھوڑ دینا،مسلمانوں پر عتاب اوراللہ کی ناراضگی کا باعث بنا تھا۔

چنانچہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لما كان يومُ بدرٍ فأخذَ -يعني النبيَّ -صلَّى الله عليه وسلم --الفداء أنزل اللهُ عز وجل :مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَى حَتَّى يُثْخِنَ فِي الْأَرْض، إلى قوله :لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيم (الأنفال) من الفداء ثم أحل لهم الغنائمَ (سنن ابی داود،رقم الحديث ۲۶۹۰،باب فی فداء الأسير بالمال)

ترجمہ: جب بدر کا دن تھا،تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فدیہ لے لیا،تو اللہ عزوجل نے سورہ انفال کی یہ آیات نازل فرمائیں کہ:

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَى حَتَّى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ. لَوْلَا كِتَابٌ مِنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ

’’نہیں ہے نبی کے لئے مناسب کہ ہوں اس کے لئے قیدی،یہاں تک کہ خون نہ کرلے زمین میں (یعنی قیدیوں کو چھوڑ دینا،اورفدیہ لینا درست نہیں) چاہتے ہو تم دنیا کا سامان اوراللہ ارادہ کرتا ہے آخرت کا،اوراللہ عزیز ہے،حکیم ہے،اگر نہ ہوتی،کتاب،اللہ کی، سبقت لے چکی،تو پہنچتا تم کو،ان چیزوں میں جو لیا تم نے عذابِ عظیم‘‘ فدیہ لینے کی وجہ سے،پھر بعد میں مسلمانوں کے لئے غنیمت کے اموال کو حلال کردیا گیا (سنن ابی داود)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ غزوہ بدر کے قیدیوں کے بارے میں نبی

صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورہ کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قتل کرنے کا مشورہ دیا، اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے احسان کر کے اور فدیہ لے کر چھوڑنے کا مشورہ دیا، جس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو معاف کر دیا، اور فدیہ لے کر چھوڑ دیا، جس پر سورہ انفال کی آیت نازل ہوئی، جس میں اس عمل پر تنبیہ کی گئی۔

(ملاحظہ ہو: مسند احمد، رقم الحدیث ۱۳۵۵۵)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جن باتوں میں فضیلت حاصل ہوئی، ان میں بدر کے قیدیوں کے بارے میں قتل کا مشورہ بھی ہے، جس پر عمل نہ ہونے پر سورہ انفال کی آیت نازل ہوئی۔

(ملاحظہ ہو: مسند احمد، رقم الحدیث ۴۳۶۲)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سورہ انفال کی جس آیت میں مسلمانوں کے لینے پر عذابِ عظیم کی دھمکی سنائی گئی ہے، اس سے بدر کے مالِ غنیمت کو لینا مراد ہے۔ [1]

نیز حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں بدر کے قیدیوں کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما سے مشورہ کرنے اور فدیہ لے کر قیدیوں کو چھوڑنے پر سورہ انفال کی تنبیہ پر مشتمل آیت کے نازل ہونے کا ذکر ہے۔ [2]

---

[1] عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ قَالَ :افْتَرَضَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ أَنْ يُقَاتِلَ الْوَاحِدُ عَشْرَةً، فَثَقُلَ ذٰلِكَ عَلَيْهِمْ، وَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَيْهِمْ، فَوَضَعَ ذٰلِكَ عَنْهُمْ، إِلَى أَنْ يُقَاتِلَ الْوَاحِدُ رَجُلَيْنِ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ فِي ذٰلِكَ :(إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ) (الأنفال65 :) ، إِلَى آخِرِ الْآيَةِ، ثُمَّ قَالَ :(لَوْلَا كِتَابٌ مِنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ) (الأنفال68 :) ، يَعْنِي غَنَائِمَ بَدْرٍ لَوْلَا أَنِّي لَا أُعَذِّبُ مَنْ عَصَانِي، حَتَّى أَتَقَدَّمَ إِلَيْهِ (صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ۴۷۷۳)

قال شعيب الأرنؤوط :إسناده قوى (حاشية صحيح ابنِ حبان)

[2] قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ :فَلَمَّا أَسَرُوا الْأُسَارَى، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ :مَا تَرَوْنَ فِي هَؤُلَاءِ الْأُسَارَى؟ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ :يَا نَبِيَّ اللهِ، هُمْ بَنُو الْعَمِّ وَالْعَشِيرَةِ، أَرَى أَنْ تَأْخُذَ مِنْهُمْ فِدْيَةً فَتَكُونُ لَنَا قُوَّةً عَلَى الْكُفَّارِ، فَعَسَى اللهُ أَنْ يَهْدِيَهُمْ لِلْإِسْلَامِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَا تَرَى يَا ابْنَ الْخَطَّابِ؟ قُلْتُ :لَا وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ، مَا أَرَى الَّذِي رَأَى أَبُو بَكْرٍ، وَلَكِنِّي أَرَى أَنْ تُمَكِّنَّا فَنَضْرِبَ أَعْنَاقَهُمْ، فَتُمَكِّنَ عَلِيًّا مِنْ عَقِيلٍ فَيَضْرِبَ عُنُقَهُ، وَتُمَكِّنِّي مِنْ فُلَانٍ نَسِيبًا لِعُمَرَ، فَأَضْرِبَ عُنُقَهُ، فَإِنَّ هَؤُلَاءِ أَئِمَّةُ الْكُفْرِ وَصَنَادِيدُهَا، فَهَوِيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَالَ أَبُو بَكْرٍ، وَلَمْ يَهْوَ مَا قُلْتُ، فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ جِئْتُ، فَإِذَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ قَاعِدَيْنِ يَبْكِيَانِ، قُلْتُ :يَا رَسُولَ اللهِ، أَخْبِرْنِي مِنْ أَيِّ شَيْءٍ تَبْكِي أَنْتَ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور خود حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مسند احمد میں یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ اس طرح مروی ہے کہ:

لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ، قَالَ :نَظَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَصْحَابِهِ وَهُمْ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَنَيِّفٌ، وَنَظَرَ إِلَى الْمُشْرِكِينَ فَإِذَا هُمْ أَلْفٌ وَزِيَادَةٌ، فَاسْتَقْبَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقِبْلَةَ، ثُمَّ مَدَّ يَدَيْهِ، وَعَلَيْهِ رِدَاؤُهُ وَإِزَارُهُ، ثُمَّ قَالَ " :اللهُمَّ أَيْنَ مَا وَعَدْتَنِي؟ اللهُمَّ أَنْجِزْ مَا وَعَدْتَنِي، اللهُمَّ إِنَّكَ إِنْ تُهْلِكْ هَذِهِ الْعِصَابَةَ مِنْ أَهْلِ الْإِسْلَامِ، فَلَا تُعْبَدْ فِي الْأَرْضِ أَبَدًا "قَالَ :فَمَا زَالَ يَسْتَغِيثُ رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ، وَيَدْعُوهُ حَتَّى سَقَطَ رِدَاؤُهُ، فَأَتَاهُ أَبُو بَكْرٍ، فَأَخَذَ رِدَاءَهُ فَرَدَّاهُ ثُمَّ الْتَزَمَهُ مِنْ وَرَائِهِ، ثُمَّ قَالَ :يَا نَبِيَّ اللهِ، كَذَاكَ مُنَاشَدَتُكَ رَبَّكَ، فَإِنَّهُ سَيُنْجِزُ لَكَ مَا وَعَدَكَ، وَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ :(إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ) (الأنفال)

فَلَمَّا كَانَ يَوْمُئِذٍ، وَالْتَقَوْا، فَهَزَمَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ الْمُشْرِكِينَ، فَقُتِلَ مِنْهُمْ سَبْعُونَ رَجُلًا، وَأُسِرَ مِنْهُمْ سَبْعُونَ رَجُلًا، فَاسْتَشَارَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَا بَكْرٍ وَعَلِيًّا وَعُمَرَ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ :يَا نَبِيَّ اللهِ، هَؤُلَاءِ بَنُو الْعَمِّ وَالْعَشِيرَةُ وَالْإِخْوَانُ، فَإِنِّي أَرَى أَنْ تَأْخُذَ مِنْهُمُ الْفِدْيَةَ، فَيَكُونُ مَا أَخَذْنَا مِنْهُمْ قُوَّةً لَنَا عَلَى الْكُفَّارِ، وَعَسَى اللهُ أَنْ يَهْدِيَهُمْ فَيَكُونُونَ لَنَا عَضُدًا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :مَا تَرَى يَا ابْنَ الْخَطَّابِ؟ "قَالَ :قُلْتُ :وَاللهِ مَا أَرَى مَا رَأَى أَبُو بَكْرٍ،وَلَكِنِّي أَرَى أَنْ تُمَكِّنَنِي مِنْ فُلَانٍ -قَرِيبًا لِعُمَرَ -فَأَضْرِبَ عُنُقَهُ، وَتُمَكِّنَ عَلِيًّا مِنْ عَقِيلٍ فَيَضْرِبَ عُنُقَهُ، وَتُمَكِّنَ حَمْزَةَ مِنْ فُلَانٍ، أَخِيهِ فَيَضْرِبَ عُنُقَهُ، حَتَّى يَعْلَمَ اللهُ أَنَّهُ لَيْسَ فِي قُلُوبِنَا هَوَادَةٌ لِلْمُشْرِكِينَ، هَؤُلَاءِ صَنَادِيدُهُمْ وَأَئِمَّتُهُمْ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وَصَاحِبُكَ؟ فَإِنْ وَجَدْتُ بُكَاءً بَكَيْتُ، وَإِنْ لَمْ أَجِدْ بُكَاءً تَبَاكَيْتُ لِبُكَائِكُمَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :أَبْكِي لِلَّذِي عَرَضَ عَلَيَّ أَصْحَابُكَ مِنْ أَخْذِهِمِ الْفِدَاءَ، لَقَدْ عُرِضَ عَلَيَّ عَذَابُهُمْ أَدْنَى مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ -شَجَرَةٍ قَرِيبَةٍ مِنْ نَبِيِّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -وَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ :(مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَى حَتَّى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ) (الأنفال67 :) إِلَى قَوْلِهِ (فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا) (الأنفال :) فَأَحَلَّ اللهُ الْغَنِيمَةَ لَهُمْ(صحيح مسلم،رقم الحديث ١٧٦٣ "٥٨")

www.idaraghufran.org

وَقَادَتُهُمْ، فَهَوِيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَالَ أَبُو بَكْرٍ، وَلَمْ يَهْوَ مَا قُلْتُ، فَأَخَذَ مِنْهُمُ الْفِدَاءَ.

فَلَمَّا أَنْ كَانَ مِنَ الْغَدِ، قَالَ عُمَرُ :غَدَوْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِذَا هُوَ قَاعِدٌ وَأَبُو بَكْرٍ وَإِذَا هُمَا يَبْكِيَانِ، فَقُلْتُ :يَا رَسُولَ اللهِ، أَخْبِرْنِي مَاذَا يُبْكِيكَ أَنْتَ وَصَاحِبَكَ؟ فَإِنْ وَجَدْتُ بُكَاءً بَكَيْتُ، وَإِنْ لَمْ أَجِدْ بُكَاءً تَبَاكَيْتُ لِبُكَائِكُمَا، قَالَ :فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :الَّذِي عَرَضَ عَلَيَّ أَصْحَابُكَ مِنَ الْفِدَاءِ، لَقَدْ عُرِضَ عَلَيَّ عَذَابُكُمْ أَدْنَى مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ - "لِشَجَرَةٍ قَرِيبَةٍ -وَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ :(مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَى حَتَّى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ) إِلَى : (لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ) (الأنفال) مِنَ الْفِدَاءِ، ثُمَّ أُحِلَّ لَهُمُ الْغَنَائِمُ.

فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ أُحُدٍ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ عُوقِبُوا بِمَا صَنَعُوا يَوْمَ بَدْرٍ مِنْ أَخْذِهِمُ الْفِدَاءَ، فَقُتِلَ مِنْهُمْ سَبْعُونَ، وَفَرَّ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكُسِرَتْ رَبَاعِيَتُهُ، وَهُشِمَتِ الْبَيْضَةُ عَلَى رَأْسِهِ، وَسَالَ الدَّمُ عَلَى وَجْهِهِ، وَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى :(أَوَلَمَّا أَصَابَتْكُمْ مُّصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُمْ مِثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّى هَذَا قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ) (آل عمران)بِأَخْذِكُمُ الْفِدَاءَ (مسند احمد،رقم الحديث ۲۰۸) [1]

ترجمہ: جب غزوہ بدر کا دن ہوا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ پر نظر ڈالی، تو وہ تین سو سے کچھ زیادہ تھے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین پر نظر ڈالی، تو وہ ایک ہزار سے زیادہ تھے، یہ دیکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ رخ ہو کر دعاء کے لیے اپنے ہاتھ پھیلا دیئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت چادر اوڑھ رکھی تھی، دعاء کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ اے اللہ! تیرا کیا ہوا وعدہ کہاں ہے؟ اے اللہ اپنا وعدہ جلد پورا فرما دیجیے، اے اللہ اگر آج یہ مٹھی بھر مسلمان ختم ہو گئے، تو زمین میں پھر کبھی آپ کی

[1] قال شعيب الأرنؤوط :إسناده حسن(حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

عبادت نہیں کی جائے گی،اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم مستقل اپنے رب سے فریاد کرتے رہے، یہاں تک کہ آپ کی چادر گرگئی، یہ دیکھ کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر کو اٹھا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ڈال دیا،اور پیچھے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چمٹ گئے اور کہنے لگے کہ اے اللہ کے نبی! آپ نے اپنے رب سے بہت دعاء کرلی، وہ اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا، جس کے متعلق اللہ عزوجل نے (سورہ انفال کی) یہ آیت نازل فرمائی کہ:

"إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ"

"جب فریاد کررہے تھے تم اپنے رب سے، پھر قبول فرمالیا اس نے تمہارے لئے کہ بے شک میں مدد کروں گا تمہاری ایک ہزار فرشتوں کے ذریعہ، جو لگا تار آئیں گے"

پھر جب غزوہ بدر کا معرکہ ہوا، اور دونوں لشکر ایک دوسرے سے ملے،تو اللہ کے فضل سے مشرکین کو شکست کا سامنا کرنا پڑا، چنانچہ ان میں سے ستر افراد قتل ہو گئے اور ستر افراد ہی گرفتار کر کے قید کر لیے گئے،ان قیدیوں کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر،حضرت علی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا،حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ اے اللہ کے نبی ! یہ لوگ ہمارے ہی بھائی بند اور رشتہ دار ہیں، میری رائے تو یہ ہے کہ آپ ان سے فدیہ لے لیں، وہ مال کافروں کے خلاف ہماری طاقت میں اضافہ کرے گا اور عین ممکن ہے کہ اللہ انہیں بھی ہدایت دے دے،تو یہ بھی ہمارے دست و بازو بن جائیں گے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابنِ خطاب! تمہاری رائے کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میری رائے وہ نہیں ہے، جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ہے، میری رائے یہ ہے کہ آپ فلاں آدمی کو جو عمر رضی اللہ عنہ کا قریبی رشتہ دار تھا، میرے حوالے کردیں اور میں اپنے ہاتھ سے اس کی گردن اڑادوں ،اور آپ عقیل کو علی رضی اللہ عنہ کے حوالے کردیں اور وہ ان کی گردن اڑادیں ،حمزہ کو فلاں

پر غلبہ دے دیں اور وہ اپنے ہاتھ سے اسے قتل کریں، تاکہ اللہ جان لے کہ ہمارے دلوں میں مشرکین کے لیے کوئی نرمی کا پہلو نہیں ہے، یہ لوگ مشرکین کے سردار، ان کے قائد اور ان کے سرغنہ ہیں، جب یہ قتل ہو جائیں گے، تو کفر و شرک اپنی موت آپ مر جائے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے کو ترجیح دی اور میری رائے کو چھوڑ دیا، اور ان قیدیوں سے فدیہ لے لیا، اگلے دن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے رو رہے ہیں، میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! خیر تو ہے آپ اور آپ کے دوست (ابو بکر رضی اللہ عنہ) رو رہے ہیں؟ مجھے بھی بتایئے، تاکہ اگر میری آنکھوں میں بھی آنسو آ جائیں، تو آپ کا ساتھ دوں، ورنہ کم از کم رونے کی کوشش ہی کر لوں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے ساتھیوں نے مجھے فدیہ کا جو مشورہ دیا تھا، اس کی وجہ سے تم پر آنے والا عذاب مجھے اتنا قریب دکھائی دیا، جتنا یہ درخت نظر آ رہا ہے، اور اللہ عزوجل نے (سورہ انفال کی) یہ آیات نازل فرمائی ہیں کہ:

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَى حَتَّى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ. لَوْلَا كِتَابٌ مِنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ

”نہیں ہے نبی کے لئے مناسب کہ ہوں اس کے لئے قیدی، یہاں تک کہ خون نہ کر لے زمین میں (یعنی قیدیوں کو چھوڑ دینا، اور فدیہ لینا درست نہیں) چاہتے ہو تم دنیا کا سامان، اور اللہ ارادہ کرتا ہے آخرت کا، اور اللہ عزیز ہے، حکیم ہے، اگر نہ ہوتی، کتاب، اللہ کی، سبقت لے چکی، تو پہنچتا تم کو، ان چیزوں میں جو لیا تم نے عذاب عظیم“

اس میں فدیہ لینا مراد ہے، جس پر تنبیہ کی گئی۔

پھر بعد میں مسلمانوں کے لئے غنیمت کے اموال کو حلال کر دیا گیا (تو فدیہ لینا بھی اس

کے ضمن میں حلال ہوگیا)

پھر جب اگلے سال غزوہ احد ہوا، تو غزوہ بدر میں فدیہ لینے کے عقاب میں مسلمانوں کے ستر آدمی شہید ہوگئے، اور صحابہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر منتشر ہوگئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہوگئے، خود کی کڑی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک میں گھس گئی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خون سے بھر گیا اور اللہ تعالیٰ نے سورہ آلِ عمران کی یہ آیت نازل فرمائی کہ:

”أَوَلَمَّا أَصَابَتْكُم مُّصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُم مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّى هَذَا قُلْ هُوَ مِنْ عِندِ أَنفُسِكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ“

”کیا جب پہنچی تم کو کوئی مصیبت، یقیناً پہنچا چکے ہو تم، اس سے دوگنی، تو کہا تم نے کہ کہاں سے ہے یہ، کہہ دیجیے آپ کہ یہ تمہارے اپنے پاس سے ہے، بے شک اللہ ہر چیز پر قدیر ہے“

جس کا مطلب یہ ہے کہ (احد میں) یہ سب کچھ تمہارے (بدر کے قیدیوں سے) فدیہ لینے کے اپنے عمل کی وجہ سے ہوا (مسند احمد)

مذکورہ اور جیسی دیگر مستند احادیث وروایات، اوران میں مذکور قرآنی آیات سے واضح ہوگیا کہ ان روایات میں باہم کوئی تعارض وٹکراؤ نہیں۔

جب مسلمانوں نے بدر کے موقع پر مشرکین کا مالِ غنیمت حاصل کیا، یا قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا ، اس وقت تک اللہ کی طرف سے ان چیزوں کی اجازت نہیں تھی، اور ان سے فدیہ لینا، مالِ غنیمت حاصل کرنے میں داخل تھا، یہ چیزیں اللہ کی ناراضگی کا باعث بنیں، اگرچہ بعد میں مالِ غنیمت اور فدیہ کا حصول جائز قرار دے دیا گیا، اور پھر احد کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل ترک کرکے مالِ غنیمت کو حاصل کرنے میں لگ جانا بھی اللہ کی ناراضگی کا باعث بنا، جس کے نتیجہ میں احد کے موقع پر کئی اندوہناک اور غمگین واقعات پیش آئے۔

اور کسی آیت کے مختلف واقعات کے نتیجہ میں نازل ہونا ممکن ہوا کرتا ہے۔

درسِ حدیث　　　　　　　　　　　　مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

اللہ کے نزدیک دنیا کی ذلت وحقارت (قسط 1)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کی ذلت وحقارت اوراس کی بے وقعتی کو بہت اچھی طرح اور آسان طریقہ پر سمجھادیا ہے، جس کوملاحظہ کرنے کی ہر مسلمان کوضرورت ہے۔

اس بارے میں احادیث ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِالسُّوقِ، دَاخِلًا مِنْ بَعْضِ الْعَالِيَةِ، وَالنَّاسُ كَنَفَتَهُ، فَمَرَّ بِجَدْيٍ أَسَكَّ مَيِّتٍ، فَتَنَاوَلَهُ فَأَخَذَ بِأُذُنِهِ، ثُمَّ قَالَ :أَيُّكُمْ يُحِبُّ أَنَّ هَذَا لَهُ بِدِرْهَمٍ؟ فَقَالُوا :مَا نُحِبُّ أَنَّهُ لَنَا بِشَيْءٍ، وَمَا نَصْنَعُ بِهِ؟ قَالَ :أَتُحِبُّونَ أَنَّهُ لَكُمْ؟ قَالُوا :وَاللهِ لَوْ كَانَ حَيًّا، كَانَ عَيْبًا فِيهِ، لِأَنَّهُ أَسَكُّ، فَكَيْفَ وَهُوَ مَيِّتٌ؟ فَقَالَ :فَوَاللهِ لَلدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللهِ، مِنْ هَذَا عَلَيْكُمْ (مسلم، رقم الحديث ۲۹۵۷ "۲")

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ بازار سے گزرتے ہوئے کسی بلندی سے مدینہ منورہ میں داخل ہورہے تھے اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے دونوں طرف تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیڑ کا ایک بچہ جو چھوٹے کانوں والا تھا، مرا ہوا دیکھا، آپ نے اس کا کان پکڑ کر فرمایا کہ تم میں سے کون اسے ایک درہم میں لینا پسند کرے گا؟ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ہم میں سے کوئی بھی اسے کسی چیز کے بدلے میں لینا پسند نہیں کرتا اور ہم اسے لے کر کیا کریں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا کہ تم چاہتے ہو کہ یہ تمہیں مل جائے؟ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اللہ کی قسم اگر یہ زندہ بھی ہوتا، تو پھر بھی اس میں عیب تھا، کیونکہ اس کا کان

چھوٹا ہے، حالانکہ اب تو یہ مردار ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی قسم اللہ کے ہاں یہ دنیا اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے، جس طرح تمہارے نزدیک یہ مردار ذلیل ہے (مسلم)

حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنْتُ مَعَ الرَّكْبِ الَّذِينَ وَقَفُوا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّخْلَةِ الْمَيِّتَةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَتَرَوْنَ هَذِهِ هَانَتْ عَلَى أَهْلِهَا حِينَ أَلْقَوْهَا، قَالُوا :مِنْ هَوَانِهَا أَلْقَوْهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ :فَالدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللَّهِ مِنْ هَذِهِ عَلَى أَهْلِهَا (سنن الترمذی، رقم الحديث ٢٣٢١)

ترجمہ: میں ان سواروں کے ہمراہ تھا، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک بکری کے مردہ بچے کے قریب کھڑے تھے،، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم لوگ دیکھ رہے ہیں کہ اس کے مالکوں نے اسے بے وقعت سمجھ کر پھینک دیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! انہوں نے اس کے بے وقعت ہونے کی وجہ سے اس کو پھینک دیا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک دنیا اس سے بھی بے وقعت ہے، جتنا یہ بکری کا مردہ بچہ ان کے مالکوں کے نزدیک ہے (سنن ترمذی)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

مَرَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَاةٍ مَيِّتَةٍ قَدْ أَلْقَاهَا أَهْلُهَا، فَقَالَ ": وَالَّذِى نَفْسِى بِيَدِهِ لَلدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللهِ مِنْ هَذِهِ عَلَى أَهْلِهَا (مسند احمد، رقم الحديث ٣٠٤٧)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ایک مردہ بکری کے پاس سے گذرے، جس کو اس کے گھر والوں نے پھینک دیا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس

ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے،یقیناً دنیااللہ کےنزدیک اس سےبھی زیادہ بےوقعت ہے،جتنی یہ مردہ بکری اس کے گھر والوں کےنزدیک ہے(مسنداحمد)

اورحضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِسَخْلَةٍ جَرْبَاءَ، قَدْ أَخْرَجَهَا أَهْلُهَا، فَقَالَ " :أَتَرَوْنَ هَذِهِ هَيِّنَةً عَلَى أَهْلِهَا؟ "قَالُوا :نَعَمْ، قَالَ ": لَلدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ هَذِهِ عَلَى أَهْلِهَا (مسند احمد،رقم الحديث ٨٤٦٤)

ترجمہ:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم،ایک بکری کے مردہ بچہ کے پاس سے گذرے،جس کی جلد خراب ہوچکی تھی،اوراس کے گھر والوں نے اسے باہر پھینک دیا تھا،تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم دیکھتے ہو کہ اس کے گھر والوں نے اس کو کتنا بے وقعت سمجھا؟ لوگوں نے عرض کیا کہ بے شک ہم سمجھتے ہیں،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یقیناً دنیااللہ عزوجل کے نزدیک اس سے بھی زیادہ بے وقعت ہے،جتنی یہ مردہ بکری کا بچہ اس کے گھر والوں کےنزدیک بے وقعت ہے(مسنداحمد)

حضرت عبداللہ بن ربیعہ سلمی رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک واقعہ کے ضمن میں روایت ہے کہ:

فَلَمَّا هَبَطَ الْوَادِي، قَالَ :مَرَّ عَلَى سَخْلَةٍ مَنْبُوذَةٍ، فَقَالَ " :أَتَرَوْنَ هَذِهِ هَيِّنَةً عَلَى أَهْلِهَا لَلدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللهِ مِنْ هَذِهِ عَلَى أَهْلِهَا (مسند احمد،رقم الحديث ١٨٩٦٤)

ترجمہ:پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم،ایک وادی میں اترے،تو ایک مردہ بکری کے پھینکے ہوئے بچہ کے پاس سے گذرے،،تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دیکھ رہے ہو کہ یہ اس کے گھر والوں کے نزدیک کتنی بے وقعت چیز ہے،یقیناً دنیااللہ کےنزدیک اس سے بھی زیادہ بے وقعت ہے،جتنا یہ مردہ بکری کا بچہ اس کے گھر والوں کےنزدیک ہے(مسنداحمد) (جاری ہے............)

www.idaraghufran.org

مقالات ومضامین

مفتی محمدرضوان

افادات وملفوظات

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی پر شیعیت کا بہتان

(10-شوال-1445ھ)

آج کل تکفیری، غالیوں کا یہ طریقہ ہوگیا ہے کہ وہ ذرا ذرا سی باتوں پر دوسروں پر تکفیر، وتفسیق کی الزام تراشیاں، اور بہتان بازیاں کرتے ہیں، اس طرح کے لوگ ہر دور اور زمانہ میں رہے، جو اہلِ حق کے اعتدال پر قائم رہنے کی صورت میں ان کو متہم کرکے اپنی آخرت خراب کرتے رہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے ملفوظات میں ہے کہ:

ایک مرتبہ میرے والد ماجد (یعنی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی) سے کسی نے شیعوں کے کافر ہونے کی نسبت مسئلہ دریافت کیا ’’جیسا کہ اس باب میں احناف کا اختلاف ہے‘‘ بیان کیا، اس نے دوبارہ دریافت کیا، تو بھی وہی جواب ملا۔ میں نے سنا کہ وہ شخص یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ یہ مولوی صاحب شیعہ معلوم ہوتے ہیں (ملفوظات شاہ عبدالعزیز ، اردو، ص ۸۴، ناشر: پاکستان ایجوکیشنل پبلشرز لمیٹیڈ، کراچی، سنِ اشاعت: ۱۹۶۰ء)

ملاحظہ فرمایئے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور ان کے فرزند شاہ عبدالعزیز دہلوی کے زمانہ میں بھی شیعہ کو کافر قرار دینے میں غلو کے مرتکبین موجود تھے، جو ان کو کافر قرار دینے میں اختلاف ہونے کو بھی گوارا نہیں کرتے تھے، اور اس اختلاف کو نقل کرنے والے پر شیعہ ہونے کا الزام عائد کرتے تھے، اس غلو کی وجہ سے انہوں نے شاہ ولی اللہ صاحب کو بھی نہیں بخشا، آج بھی ایسے غالیوں کی کمی نہیں، جو اسی نوعیت کا طرزِ عمل اختیار کرتے ہیں۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے مذکورہ ملفوظات میں ہی ایک مقام پر ہے کہ:

دوسال پہلے شیعوں سے قرابت کی وجہ سے خلاء ملا تھا، مگر اب کچھ اختلاف ہوگیا

ہے، مگر (یہ اختلاف) مجھ سے نہیں ہے، میرا حال تو وہ جانتے ہیں، اس لئے اختلاف میرے بھائی اور بھتیجوں سے ہے۔

ایک مرید نے عرض کیا کہ شیعوں کے گھر کا کھانا اور ان کے ہاتھ کا ذبیحہ کیسا ہے؟

فرمایا کہ کھانا کھالینا چاہیے، ذبیحہ سے البتہ پرہیز کرے اور بہتر ہے کہ نہ کھاوے، اور مجبوری کی صورت میں اگر کھائے، تو مضائقہ نہیں۔

ایک مرید نے عرض کیا کہ جو شیعہ اپنے مذہب میں ضعیف الاعتقاد ہوتے ہیں، وہ کٹر شیعوں سے تو بہر حال اچھے ہی ہوں گے؟ فرمایا کہ بشرطیکہ صحابہ کی شان میں سب وشتم نہ کریں۔ ان (شیعہ) کے حق میں کفر کا حکم لگانے میں توقف کرنا چاہیے (ملفوظات شاہ عبدالعزیز، اردو، ص ۹۲، ناشر: پاکستان ایجوکیشنل پبلشرز لمیٹیڈ، کراچی، سنِ اشاعت: ۱۹۶۰ء)

ملاحظہ فرمائیے کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی شیعہ کے ساتھ قرابت داری کا رشتہ قائم تھا، اور وہ اس وجہ سے ان کے ساتھ قرابت داری کے حقوق اداء کیا کرتے تھے، جس میں آمدورفت، ملنا جلنا، اور کھانا پینا سب داخل تھا، اسی وجہ سے ان کے گھر کے کھانے کو جائز اور ان کے ذبیحہ سے پرہیز کو بہتر اور مجبوری میں کھانے کو مضائقہ نہ ہونے سے تعبیر کیا، کافر کی طرح قطعی حرام قرار نہیں دیا، ساتھ ہی ان پر کفر کا حکم لگانے میں توقف، یعنی زبان کو لگام دینے کا حکم فرمایا۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے مذکورہ ملفوظات میں ہی ایک مقام پر یہ مضمون بھی ہے کہ:

(شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے) مرید نے عرض کیا کہ جناب مولوی فخرالدین کو شیعہ لوگ، شیعہ کہتے ہیں، اور سنی آپ کو سنی سمجھتے ہیں، اور وہ (یعنی مولوی فخرالدین) شیعوں کو بھی مرید کر لیتے ہیں؟

اس پر (شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے) ارشاد کیا کہ ہاں اکثر کلمات شیعوں کے موافق کہہ دیا کرتے تھے، اور (شیعوں کو) مرید بھی کرلیا کرتے تھے، مجھ کو ان سے بے حد محبت و بے تکلفی تھی، ایک دن میں نے ان سے (شیعوں کے ساتھ اس طرزِ عمل کے بارے میں) دریافت کیا کہ کیا بات ہے؟ جواب دیا کہ امام باڑے جانا، ایک روپیہ نذر برائے خدا دینا، اور پانی کی سبیل وغیرہ، جن امور میں کسی حد تک میں مناسب سمجھتا

ہوں، ان کی موافقت کرتا ہوں، اور اس مصلحت سے ان کو بیعت کرلیتا ہوں کہ وہ اس بیعت سے صحابہ کے سب وشتم اور تبرا سے باز رہتے ہیں، اور اگر میرا یہ عمل خلافِ طبیعت جناب ہو، تو جو آپ حکم فرمائیں، بندہ اس کی تعمیل کرے گا۔

میں نے عرض کیا کہ جب آپ کی یہ نیت ہے، تو بہتر ہے (ملفوظات شاہ عبدالعزیز، اردو، ص ۱۲۱و۱۲۲، ناشر: پاکستان ایجوکیشنل پبلشرز لمیٹیڈ، کراچی، سنِ اشاعت: ۱۹۶۰ء)

ملاحظہ فرمایئے کہ جن مولوی صاحب سے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کو بے حد محبت و بے تکلفی تھی، وہ اکثر کلمات شیعوں کے موافق کہہ دیا کرتے تھے، اور شیعوں کو بیعت بھی کرلیتے تھے، ان مولوی صاحب نے جو اس کی مصلحت بیان کی، شاہ عبدالعزیز صاحب نے اس پر نکیر کرنے کے بجائے اس کی تحسین فرمائی۔

آج اگر کوئی سنی مولوی صاحب اس طرح کا طرزِ عمل اختیار کرے، تو ان ہی کے مسلک کے غالی لوگ ان مولوی صاحب کے شیعہ ہونے کا الزام عائد کرنے سے باز نہیں آئیں گے، اور اوپر سے شیعہ کے کافر ہونے کی نسبت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، اور خاندانِ ولی اللّٰہی کی طرف بھی کریں گے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے ملفوظات میں ہی ایک مقام پر ہے کہ:

(شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے) ایک مرید نے عرض کیا کہ شیعوں کے ساتھ قرابت (ورشتہ داری قائم) کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

(شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے) فرمایا کہ ”علمائے ماوراء النہر“ ان کے کفر وارتداد کی طرف گئے ہیں، ان کے نزدیک شیعوں سے قرابت قطعاً جائز نہیں ہے۔ اور دوسرے علماء صرف فسق اور بدعت کے قائل ہیں، ان کے نزدیک قرابت جائز ہے (ملفوظات شاہ عبدالعزیز، اردو، ص ۴۸، ناشر: پاکستان ایجوکیشنل پبلشرز لمیٹیڈ، کراچی، سنِ اشاعت: ۱۹۶۰ء)

اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنی تالیف ”تحفۂ اثنا عشریہ“ میں لکھتے ہیں:

وروافض کہ خودرا، امامیہ می گویند در تکفیر آنہا اختلاف است (تحفۂ اثناء عشریہ، فارسی ص ۱۷، باب اول در کیفیت حدوث مذہب تشیع وانشعاب آن بہ فرق مختلفہ

www.idaraghufran.org

ترجمہ: اور روافض، جو خود کو ''امامیہ'' کہتے ہیں، ان کی تکفیر میں اختلاف ہے (تحفۂ اثناء عشریہ)

اس سے معلوم ہوا کہ شیعہ کے کفر میں اختلاف ہے، بعض علماء ان کو کافر قرار دیتے ہیں، جبکہ دوسرے علماء کافر قرار نہیں دیتے، جمہور فقہاء کا قول بھی کافر قرار نہ دینے کا ہی ہے۔

اور جب کسی کو کافر قرار دینے، نہ دینے میں اختلاف ہو، تو کافر قرار نہ دینے کے قول پر فتویٰ دیا جاتا ہے، جیسا کہ فقہائے کرام نے وضاحت فرمائی ہے۔

چنانچہ ''نصابُ الاحتساب'' میں ہے:

إِذَا كان مختلفا فيه فعلى المفتي أن يميل إلى عدم التكفير (نصاب الاحتساب، ص ۳۸۶، الباب التاسع والخمسون: فصل: في كلمات الكفر)

ترجمہ: جب کسی کے کفر میں اختلاف ہو، تو مفتی پر لازم ہے کہ وہ عدمِ تکفیر کی طرف مائل ہو (نصاب الاحتساب)

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ ''ردُّ المحتار'' میں فرماتے ہیں:

(قوله ولو رواية ضعيفة) قال الخير الرملي: أقول ولو كانت الرواية لغير أهل مذهبنا، ويدل على ذلك اشتراط كون ما يوجب الكفر مجمعا عليه (قوله كما حرره في البحر) قدمنا عبارته قبيل قوله وشرائط صحتها (قوله وجوه) أي احتمالات لما مر في عبارة البحر عن التتارخانية أنه لا يكفر بالمحتمل (ردالمحتار، ج۴ ص ۲۳۰، كتاب الجهاد، باب المرتد)

ترجمہ: مصنف کا یہ قول کہ ''اگرچہ ضعیف روایت ہی کیوں نہ ہو'' خیر رملی نے فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ اگرچہ وہ روایت ہمارے مذہب کے علاوہ کی کیوں نہ ہو، اور اس بات پر یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ کفر کو ثابت کرنے کے لئے ''مجمع علیہ'' چیز کا پایا جانا شرط ہے، مصنف کا یہ قول کہ ''جیسا کہ البحر میں تحریر ہے'' ہم اس کی عبارت ''وشرائط صحتها'' کے قول سے کچھ پہلے ذکر کر چکے ہیں، مصنف کا یہ قول کہ ''مختلف وجوہات'' یعنی مختلف احتمالات، جیسا کہ البحر کی عبارت میں تتارخانیہ کے حوالہ سے گذر چکا ہے کہ محتمل کی وجہ سے تکفیر نہیں کی جائے گی (ردُّ المحتار)

اسی بحث میں آگے چل کر ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إذا كان في المسألة خلاف ولو رواية ضعيفة، فعلى المفتي أن يميل إلى

www.idaraghufran.org

عدم التكفير (ردالمحتار، ج۴ص۲۳۷، کتاب الجهاد، باب المرتد،مطلب مهم فی حكم سب الشيخين)

ترجمہ: جب ایک مسئلہ میں اختلاف ہو،اگرچہ ضعیف روایت ہی کیوں نہ ہو،تو مفتی پر لازم ہے کہ وہ عدمِ تکفیر کی طرف مائل ہو(ردُّ المحتار)

پھر مندرجہ بالا بات کی یاددھیانی کراتے ہوئے فرماتے ہیں:

وتقدم أن المراد بالاختلاف ولو رواية ضعيفة ولو فی غير المذهب(ردالمحتار، ج۴ص۲۴۷،کتاب الجهاد، باب المرتد)

ترجمہ: اور یہ بات گذر چکی ہے کہ اس سے مراد،اختلاف ہے،اگرچہ وہ ضعیف روایت پر ہی مبنی کیوں نہ ہو،اوراس سے بڑھ کر اگرچہ وہ ضعیف روایت دوسرے مذہب کی کیوں نہ ہو(ردُّ المحتار)

ابوالحسن شہاب الدین ہارون بن بہاؤالدین مرجانی حنفی (المتوفی:1306ھ)"حزامة الحواشی لازالة الغواشی علی التوضیح"میں فرماتے ہیں:

مذهب جمهور المحققين عدم تكفير الروافض مع انكارهم خلافة ابی بكر وعمر وقد نص علی ذالک ابو حنيفة والشافعی رحمهما الله وغيرهما،بل فی المحيط وغيره انه مذهب جمهور الفقهاء (حزامة الحواشی لإزاحة الغواشی علی التوضيح، ج۳،ص۲۰۷، الناشر: المطبعة الخيرية، القاهرة، مصر، تاريخ النشر: 1322ھ)

ترجمہ: جمہور محققین کا مذہب"روافض کی عدمِ تکفیر" کا ہے،ان کے ابوبکروعمررضی اللہ عنہما کی خلافت کا انکار کرنے کے باوجود،اوراس کی امام ابوحنیفہ،اورامام شافعی رحمہما اللہ وغیرہما نے تصریح کی ہے،بلکہ محیط وغیرہ میں ہے کہ یہی جمہور فقہاء کا مذہب ہے(حزانۃ الحواشی)

پس تکفیر بازی کے مرتکبین کا اپنے ہی جمہور فقہاء کے اختیار کردہ موقف کے خلاف زبان درازی کرنا،دراصل اپنے ہی فقہاء کے خلاف زبان درازی کرنے کے مترادف ہے،اورجس طرح حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے خلاف زبان درازی کرنے والوں کو آج کوئی نہیں جانتا،اورحضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے نام لینے اوران کا ادب واحترام کرنے والوں کی دنیا میں کمی نہیں،یہی حشر آج کے دور میں ان شاءاللہ تعالیٰ زبان درازوں کا بھی ہونے والا ہے،کیونکہ اللہ کی سنت کو بدلا نہیں جاسکتا۔

علم کے مینار (امت کے علماء وفقہاء: قسط 42) مفتی غلام بلال

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

فقہ مالکی، منہج، تلامذہ، کتب، مختصر تعارف (بیسواں حصہ)

(3)......ابنِ رُشد قرطبی (صاحب بدایۃُ المجتھد)

''ابنِ رشد قرطبی'' جن کا پورا نام ''أبو الولید محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن رشد القرطبی الاندلسی '' ہے، کا شمار اپنے دادا ''ابنِ رشد الجد '' کی طرح کبار فقہائے مالکیہ میں ہوتا ہے، وقت کے امام، محدث وفقیہ، قرطبہ کے قاضی اور مفتی تھے، فقہی مسائل کی فہم و فراست اوران کے ادراک میں یدِطولیٰ رکھتے تھے، اپنے والد بزرگوار سے موطاء کا سماع حاصل کیا۔

''ابنِ رشد قرطبی'' محدث وفقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ''مسلم فلسفی''، ریاضی دان، ماہر فلکیات، طبیب، اور مقنن تھے، ابنِ طفیل اور ابنِ اظہر جیسے مشہور علماء سے دینیات، فلسفہ، قانون، علم الحساب، علمِ فلکیات کی تعلیم حاصل کی، ارسطو کے فلسفے پر نہایت سیر حاصل شرحیں لکھیں، جن کے عربی، لاطینی زبان کے علاوہ یورپ کی مختلف زبانوں میں ترجمے ہو چکے ہیں۔

چنانچہ ابنِ رشد بارہویں صدی میں علم فلسفہ اور طبی علوم میں مشہور ترین شخصیت ہیں، 520ہجری میں قرطبہ میں پیدا ہوئے، خلیفہ یعقوب یوسف کے عہد میں اشبیلہ اور قرطبہ کے قاضی رہے، نحو اور لغت پر دسترس حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ شعروشاعری سے بھی شغف تھا، اشعار کا ایک بہت بڑا ذخیرہ زبانی یاد تھا، متعدد علوم وفنون میں بھی مہارت حاصل تھی، تصنیف وتالیف کا خاص ذوق تھا، انتہائی باادب، خوش اخلاق، زبان کے میٹھے اور راسخ العقیدہ شخصیت تھے۔

ویسے تو آپ کا شمار فقہ مالکی کے جلیلُ القدر علماء وفقہاء اور مفتیوں میں سے ہوتا ہے، اور اس حوالے سے ایک مشہور فقہی کتاب ''بدایۃُ المجتھد ونھایۃُ المقتصد '' بھی تالیف فرمائی، جو آپ کے بلند پایۂ علمی اور فقہی مسائل کی فہم وفراست میں بلند درجہ ہونے پر دلالت کرتی ہے، لیکن چونکہ

آپ جامع العلوم تھے، متعدد علوم وفنون سینے میں سموئے ہوئے تھے، اس لیے دوسرے مسالک کے فقہاء وعلماء بھی آپ کی ان گراں قدر علمی خدمات سے فیض یاب ہوئے، گراں قدر علمی ذخیرہ تصنیف وتالیف کی صورت میں چھوڑا۔

چنانچہ علامہ ابنِ رشد قرطبی نے فقہ، قانون، منطق، قواعد ولغت، علمِ فلکیات اور طب پر متعدد کتب لکھی ہیں، مگر آپ کی وہ وہ تصانیف زیادہ مقبول ہوئی ہیں، جو ارسطو کی مابعد الطبیعات کی وضاحت اور تشریح کے سلسلے میں ہیں۔ [1]

حالاتِ زندگی

علامہ ابنِ رشد قرطبی کو قرطبہ سے خاص محبت تھی، اور اس سے پہلے ان کے والد اور دادا بھی قرطبہ قاضی رہ چکے تھے، آپ نے ساری زندگی تلاشِ علم اور صفحات سیاہ کرنے میں گزاری، چنانچہ آپ کے ہم عصر گواہی دیتے ہیں کہ اندلس میں ان جیسا باکمال صاحبِ علم وفضل پیدا نہیں ہوا، اور انہوں نے اپنی زندگی میں سوائے دوراتوں کے کبھی بھی پڑھنا نہیں چھوڑا، ایک جس رات ان کے والد کا انتقال ہوا، اور دوسرے جب ان کی شادی ہوئی۔ [2]

چنانچہ آپ نے ساری زندگی مطالعہ اور تصنیف وتالیف کو اپنا مشغلہ بنائے رکھا، یہاں تک کہ اس دنیا سے رحلت فرماگئے، آپ کو شہرت کی کبھی طلب نہیں رہی، آپ علم ومعرفت کے ذریعے کمالِ انسانی پر یقین رکھتے تھے۔

شروع شروع میں آپ نے ''اشبیلیہ'' میں قاضی کا منصب سنبھالا، اور خلیفہ ابی یعقوب یوسف کے

[1] وفيها ابن رشد الحفيد، هو العلّامة أبو الوليد محمد بن أحمد بن العلّامة المفتى أبو الوليد محمد بن أحمد بن رشد القرطبى المالكى .أدرک من حياة جده شهرا سنة عشرين، وتفقّه وبرع، وسمع الحديث وأتقن الطب. وأقبل على الكلام والفلسفة حتّى صار يضرب به المثل فيها، وصنّف التصانيف، مع الذكاء المفرط والملازمة للاشتغال ليلا ونهارا، وتآليفه كثيرة نافعة، فى الفقه، والطب، والمنطق، والرياضى، والإلهى، وتوفى فى صفر بمرّاکش (شذرات الذهب، ج٦، ص ٥٢٢ و ٥٢٣، سنة خمس وتسعين وخمسمائة)

[2] قال الأبار : لم ينشأ بالأندلس مثله كمالا وعلما وفضلا، وكان متواضعا، منخفض الجناح، يقال عنه: إنه ما ترک الاشتغال مذ عقل سوى ليلتين: ليلة موت أبيه، وليلة عرسه (سير اعلام النبلاء، ج ٢١، ص ٣٠٨، الطبقة الثلاثون، رقم الترجمة: ١٦٤ ، ابن رشد الحفيد محمد بن أحمد بن محمد القرطبى)

www.idaraghufran.org

کہنے پر ارسطو کی کتب کی شروحات لکھنی شروع کیں، اس کے بعد آپ قرطبہ چلے گئے، اور قاضی القضاہ کا منصب سنبھالا، اس سے دس سال بعد مراکش میں خلیفہ کے خاص طبیب کی حیثیت سے متعین ہوئے۔مگر سیاست اور نئے خلیفہ ابو یوسف یعقوب المنصور کی فلسفیوں سے نفرت، اور حاسدین کی سازشوں نے خلیفہ کو مجبور کر دیا کہ وہ اپنے قاضی القضاہ اور طبیبِ خاص پر کفر کا الزام عائد کر کے، ان کو ملک بدر کردے، خلیفہ نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ آپ کی تمام فلسفیانہ کتب کو آگ لگادی، اور جملہ علوم پر پابندی عائد کردی۔

بعد میں خلیفہ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا، اور ابنِ رشد سے راضی ہوگیا، اور انہیں اپنے دربار میں شامل کرنا چاہا، مگر اس وقت تک بہت دیر ہو چکی تھی، چنانچہ چند ماہ کی نظر بندی کے بعد آپ مراکش چلے گئے، اور 595ہجری میں وہیں وفات پائی، تاہم دفن قرطبہ میں ہی کیے گئے۔ [1]

آپ ''ابنِ رشد الحفید '' کے لقب سے جانے جاتے ہیں، جبکہ آپ کے دادا صاحبِ ''البیان و التحصیل '' کا نام بھی ''ابنِ رشد'' ہی ہے، جو کہ ''ابنِ رشد الجد '' کے لقب سے جانے جاتے ہیں، دونوں کی کنیت ''أبو الولید '' ہے، دونوں کا نام ''محمد'' ہے، دونوں کے والد کا نام ''احمد '' ہے، دونوں قاضی رہے، اور دونوں ''قرطبی'' ہیں، چنانچہ ناموں اور القابات میں مماثلت ہونے کی وجہ سے آپ کے نام کے ساتھ ''الحفید'' اور دادا کے نام کے ساتھ ''الجد'' لگادیا جاتا ہے، تاکہ امتیاز رہے۔

(جاری ہے......)

[1] عرف المنصور (المؤمنی) قدره فأجلّه قدمه .واتهمه خصومه بالزندقة والإلحاد، فأوغروا عليه صدر المنصور، فنفاه إلى مراكش، وأحرق بعض كتبه، ثم رضي عنه وأذن له بالعودة إلى وطنه، فعاجلته الوفاة بمراكش، ونقلت جثته إلى قرطبة (الاعلام للزركلي، ج٥، ص ٣١٨، تحت الترجمة: ابن رشد)

ابن رشد: هو محمد بن أحمد بن محمد بن رشد، أبو الوليد .فقيه مالكي، فيلسوف، طبيب من أهل الأندلس .من أهل قرطبة .عني بكلام أرسطو وترجمه إلى العربية وزاد عليه زيادات كثيرة .اتهم بالزندقة والإلحاد فنفي إلى مراكش .وأحرقت بعض كتبه، ومات بمراكش ودفن بقرطبة .قال ابن الأبار (كان يفزع إلى فتواه في الطب كما يفزع إلى فتواه في الفقه) ويلقب بالحفيد تمييزا له عن جده أبي الوليد محمد بن أحمد بن رشد الذي يميز بالجد.

من تصانيفه (فصل المقال في ما بين الحكمة والشريعة من الاتصال) ؛ و (تهافت التهافت) في الفلسفة؛ و (الكليات) في الطب؛ و (بداية المجتهد ونهاية المقتصد) في الفقه؛ ورسالة في (حركة الفلك) (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١، ص ٣٢٨، تحت الترجمة: ابن رشد الحفيد. ٥٩٥ --٥٢٠)

www.idaraghufran.org

تذکرۂ اولیاء — حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (قسط 92) — مولانا محمد ریحان

اولیاءِ کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

پاکستان میں مسئلہ ٹیکس اور خلافتِ عمر سے اس کا حل (قسط 8)

بیت المال کے شعبہ جات اور ان کے مصارف:

بیت المال کے شعبہ جات کی تقسیم اس کے ذرائع آمدن اور ان کے مصارف کے اعتبار سے کی گئی ہے۔ فقہائے کرام کی طرف سے یہ تقسیم اس لئے کی گئی ہے، تا کہ مصارف کو ان کے ذرائع آمدن کے اعتبار سے اور قرآن وحدیث کی تعلیمات کے لحاظ سے خرچ کیا جا سکے۔ ذیل میں ان شعبہ جات اور ساتھ ساتھ ان کے مصارف کا ذکر کیا جاتا ہے۔

1۔ بیتِ زکاۃ:

بیت المال کے شعبہ جات میں یہ پہلا شعبہ ہے، جس میں اموالِ ظاہرہ وباطنہ کی زکاۃ یا اس کی رقم اور زمینی عشر شامل ہیں۔ بنیادی طور پر تو اس کے مصارف وہی آٹھ مصارف ہیں، جو قرآن مجید میں بیان کئے گئے ہیں، جن میں سے بعض مصارف تو بعض فقہاء کے نزدیک منسوخ ہو چکے ہیں، جیسے غیر مسلموں کو مانوس کرنے کے لئے زکاۃ دینا وغیرہ، جبکہ بعض دیگر فقہاء کے نزدیک یہ سب آٹھ مصارف اب تک باقی ہیں، اور زکاۃ وعشر ان مصارف میں ادا کی جا سکتی ہے۔ [1]

یہی قول دلائل کے اعتبار سے زیادہ مضبوط معلوم ہوتا ہے، کیونکہ غیر مسلموں کی تالیفِ قلب کی جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ضرورت تھی، ویسے ہی دورِ حاضر میں بھی ضرورت ہے۔ [2]

جہاں تک اموالِ باطنیہ [3] کی زکاۃ کے مصرف کا تعلق ہے، تو حنفیہ اور بعض دیگر فقہائے کرام

---

[1] ابن الهمام، كمال الدين، فتح القدير (دار الفكر) ج2 ص259 كتاب الزكاة.

[2] مقدسی، ابن قدامة، المغنی (مكتبة القاهرة) ج6 ص427

[3] فقہائے کرام نے زکاۃ سے متعلق اموال کی دو قسمیں بیان کی ہیں: ایک اموالِ ظاہریہ کی اور دوسری اموالِ باطنیہ کی۔ اموالِ ظاہریہ وہ اموال کہلاتے ہیں، جن کا وجود ظاہر اور سب کے سامنے موجود ہوتا ہے، جیسے فصل، باغ کھیتی اور جانور جیسے گائے، بیل، بھینس، اونٹ وغیرہ۔ ان اموال کی زکاۃ اسلامی ریاست کی طرف سے عاملین ہی وصول کرتے ہیں، اور یہ بیت المال میں جمع کی جاتی ہے۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

کے نزدیک زکاۃ کی رقم کا قرآن مجید میں مذکورآٹھ مصارف کے علاوہ استعمال کرنا جائز نہیں۔اور ان آٹھ مصارف میں بھی حنفیہ اور بعض دیگر حضرات مستحق کی شخصی ملکیت کو ضروری قرار دیتے ہے ۔اسی بنا پر ان کے نزدیک زکاۃ کی رقم کا مصالحِ عامہ،تعمیراتی منصوبوں میں اور حتیٰ کہ مساجد وغیرہ میں بھی استعمال کرنا جائز نہیں۔ [1]

لیکن جہاں حنفیہ کے علاوہ دیگر جمہور فقہائے کرام آٹھ مصارف میں سے سبیل اللہ کے اندر جہاد کو داخل مانتے ہوئے جہاد اوراس کی تیاری کے اندر زکاۃ کی رقم کے استعمال کو جائز مانتے ہیں،وہیں قدیم اور جدید فقہاء میں سے بعض سبیل اللہ کے مفہوم میں توسیع کرتے ہوئے مصالحِ عامہ جیسے ریاست کے تعمیراتی کام اور دیگر تعمیراتی منصوبے،نیک و بر کے کام جیسے مساجد وغیرہ کی تعمیر کے علاوہ دیگر مسلمانوں اور عوام کی مصالح کی خاطر اجتماعی طور پر زکاۃ کی رقم کے استعمال کو جائز مانتے ہیں۔چنانچہ ڈاکٹر یوسف قرضاوی''فقہ الزکاۃ''میں فرماتے ہیں:

ومن العلماء – قديمًا وحديثًا – من توسع فى معنى سبيل الله فلم يقصره على الجهاد وما يتعلق به، بل فسره بما يشمل سائر المصالح والقربات وأعمال الخير والبر، وفقًا للمدلول الأصلى للكلمة وضعًا (قرضاوی،یوسف،فقه الزكاة(موسسة الرسالة 1393ه) ج2ص 102)

ترجمہ:قدیم اور جدید علماء میں سے بعض ایسے بھی ہیں،جنھوں نے سبیل اللہ کے معنیٰ میں وسعت دی ہے۔انہوں نے سبیل اللہ کو جہاد اور سے متعلقات تک ہی باقی نہیں رکھا،بلکہ انہوں نے اس لفظ کو جس معنیٰ کے لئے وضع کیا گیا ہے،اس کے مدلولِ اصلی کی موافقت کرتے ہوئے اس کی تفسیر میں سارے مصالحِ عامہ،نیکی کے ارادہ سے کئے جانے والے کام،اوراعمالِ خیر و بر کو بھی شامل مانا ہے(ترجمہ ختم)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

دوسری قسم یعنی اموالِ باطنیہ میں ان اموال کی ہے،جو دیگر لوگوں کی آنکھوں سے اوجھل ہوتے ہیں،اور عمومی طور پر انسان انہیں دوسروں سے چھپا کر محفوظ کرتا ہے،جیسے سونا،چاندی،روپیہ پیسہ وغیرہ۔ان اموال کی زکاۃ بنیادی طور پر انفرادی حیثیت سے نکالنے کا حکم ہے،پھر کوئی شخص چاہے تو بیت المال میں اس کی زکاۃ ادا کردے،یا چاہے تو خود ہی کسی مستحق وغیرہ کو دے دے۔

[1] شامی،ابن عابدين،الدر المختار وحاشية ابن عابدين(دار الفكر،بيروت 1412) ج2ص 349

www.idaraghufran.org

اس کے بعد ڈاکٹر یوسف قرضاوی نے متقدمین اور متاخرین میں سے ان حضرات کی عبارات بھی نقل کی ہیں، جو مذکورہ امور میں زکاۃ کے استعمال کے قائل ہیں، وہاں تفصیل سے ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ [1]

رہا اموالِ ظاہریہ کا مسئلہ تو یہ اموال اصل میں حنفیہ وغیرہ کے نزدیک ریاست کو ہی ادا کرنے کا حکم ہے، اس لئے ان اموال کو بیت المال میں سے مسلمانوں کے مصالحِ عامہ اور دیگر ضروریات پر بھی لگایا جا سکتا ہے۔ جس کی تصریح علامہ ماوردی نے الاحکام السلطانیہ میں کی ہے۔ [2]

2۔ بیت اخماس:

بیت المال کا دوسرا شعبہ بیت الاخماس کا ہے۔ اخماس خمس سے ہے، اور اس شعبہ میں مالِ غنیمت میں سے منقولہ وغیر منقولہ خمس رکھا جاتا ہے۔ اسی طرح فقہائے کرام میں سے جو فقہاء (جیسے امام شافعی اور ایک روایت کے مطابق امام احمد) مالِ فئی میں خمس یعنی پانچ حصے کرنے کے قائل ہیں، تو ان کے نزدیک فئی بھی بیتِ اخماس میں رکھا جائے گا۔ [3]

اس شعبہ کا مصرف یہ ہوگا کہ اس کے پانچ حصے کئے جائیں گے، ایک حصہ تو اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس کا مصرف اکثر فقہائے کرام کے نزدیک بیت المال میں ہی ہوگا، اور بیت المال سے اس حصے سے مسلمانوں کی عام مصالح وضروریات میں خرچ کیا جائے گا، یا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں یعنی بنو ہاشم اور یتیموں ومسکینوں اور مسافروں کی اس مال سے مدد کی جائے گی۔ [4]

بیتِ اخماس کے مصرف میں دوسرا حصہ بنو ہاشم کا ہوگا، اور تیسرا حصہ یتیموں کا، چوتھا مسکینوں کا اور پانچواں مسافروں اور ان کے سہولیات کے لئے ہوگا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ان حصوں کا ذکر تفصیل کے ساتھ ہوا ہے۔ [5]

---

[1] قرضاوی، یوسف، فقہ الزکاۃ (موسسۃ الرسالۃ 1393ھ) ج2 ص103، 102

[2] الماوردی، ابو الحسن علی بن محمد، الاحکام السلطانیۃ (دار الحدیث، القاھرۃ) ص316

[3] قرطبی، ابن رشد، بدایۃ المجتھد ونھایۃ المقتصد (دار الحدیث القاھرۃ 1425ھ) ج2 ص 165 کتاب الجھاد

[4] ماوردی، ابو الحسن علی بن محمد، الاحکام السلطانیۃ (دار الحدیث، القاھرۃ) ص218

[5] ماوردی، ابو الحسن علی بن محمد، الاحکام السلطانیۃ (دار الحدیث، القاھرۃ) ص218

www.idaraghufran.org

جیسا کہ پیچھے مالِ غنیمت کی بحث میں بھی گزرا کہ دورِ حاضر میں بیت المال کا یہ ذریعہ باقی نہیں رہا،تو جب یہ آمدنی کا یہ ذریعہ ہی باقی نہیں رہا،تو بیت المال کا یہ شعبہ بھی کارگر نہیں ہوگا،اور اس شعبہ کے مصارف میں جو ضروریات اس شعبہ سے پوری کی جاتی تھیں،وہ بیت المال کے کسی اور شعبہ سے پوری کی جانی چاہییں،جیسا کہ دورِ حاضر میں کئی حضرات بنو ہاشم کو اسی بناء پر زکاۃ دینے کے قائل ہیں کہ بنو ہاشم کو مالِ غنیمت میں سے خمس دیا جاتا تھا،اب وہ ذریعہ باقی نہیں رہا،لہذا بنو ہاشم میں سے مستحقین کو زکاۃ ادا کرنی کی گنجائش ہونی چاہیے۔ [1]

جس سے معلوم ہوا کہ بیتِ زکاۃ سے بھی بیتِ فئی کے مذکورہ مصارف میں رقم استعمال کرنے کی گنجائش ہے۔

3۔بیتِ ضوائع:

بیت المال کا تیسرا شعبہ بیت ضوائع کا ہے۔ضوائع ضائعہ کی جمع ہے۔اس سے مراد ایسی گمشدہ اشیاء ہیں،جن کے مالک معلوم نہ ہو۔ان میں لقطہ یا کسی کی گم شدہ چیز آتی ہے۔اسی طرح ایسی مسروقہ چیز جس کا مالک معلوم نہ ہو وہ بھی اسی شعبہ میں آتی ہے۔اس شعبہ کا مصرف ایسے مستحق وفقیر لوگ ہیں،جن کا کوئی والی نہ ہو۔اس سے ان کی ضروریات پوری کی جائیں گی،اوران کی مالی جنایات بھی ادا کی جائیں گی۔ [2]

دورِ حاضر میں بیت المال کے اندر اس شعبہ کو کارگر بنایا جاسکتا ہے،جیسا کہ پہلے بھی گزرا کہ بیرونی ممالک سے آنے والے اموال میں بسا اوقات لاکھوں اور کروڑوں کا مال کسی بھی وجہ سے بندرگاہوں یا ڈرائی پورٹ وغیرہ پر پڑا رہتا ہے،جن کے مالک کا بھی علم نہیں ہوتا۔یہ سارا مال بیت المال میں جمع ہوسکتا ہے،جس سے پاکستان میں بسنے والے لاکھوں مستحق لوگوں کو سبسڈی دی جاسکتی ہے،اوران کی مدد کی جاسکتی ہے۔

---

[1] بنو ہاشم کو زکاۃ دینے کے جواز کے سلسلہ میں ابن تیمیہ،ابن مفلح حنبلی،محمد عرفہ دسوقی،شیخ دردیر مالکی وغیرہ کے علاوہ دورِ حاضر کے بھی کئی نام سرفہرست ہیں،جن میں انور شاہ کشمیری،مجاہد الاسلام قاسمی،شیخ صالح العثیمین،اور یوسف قرضاوی وغیرہ شامل ہیں۔یہاں تفصیل کا موقع نہیں ہے،اس لئے صرف ان کے ناموں کے ذکر پر اکتفاء کیا گیا ہے.قرضاوی،یوسف،فقہالزکاۃ(موسسة الرسالة،بیروت)ج۳ص 732 کتاب الزکاۃ

[2] الموسوعة الفقهية الكويتية ج8ص 253مادة:بيت المال.

www.idaraghufran.org

پیارے بچو!

مولانا محمد ریحان

گرمی کی شدت اور درخت کی اہمیت

ایک دن کی بات ہے کہ ایک گاؤں میں گرمی کا موسم تھا، جو سرد موسم کے مقابلے میں بہت زیادہ گرمی لے کر آیا تھا۔ سورج نے اپنی شعلہ جیسی روشنی بکھیر دی تھی، جس سے گاؤں کے ہر کونے میں انتہائی گرمی محسوس ہو رہی تھی۔ ایک دن، جب بچے گاؤں میں ایک بڑے شیشم کے درخت کے نیچے جمع ہوئے تھے، وہ اپنے دل کے راز اور پریشانیوں کا ایک دوسرے سے ذکر کر رہے تھے۔ ان کی گاؤں میں رہنے والی ایک چھوٹی بچی، عائشہ، جو اپنی ہوشیاری اور عقل کے لیے معروف تھی، نے ابتدائی طور پر بات کی:

کیا تم نے محسوس کیا ہے کہ گرمی کتنی شدید ہو گئی ہے؟ ہمیں احتیاط کرنا چاہیے اور اپنی حفاظت کے لیے اقدامات اٹھانے چاہیے۔

بچوں نے یہ بات مانی اور انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے عائشہ کا مشورہ سننے کے لیے تیاری ظاہر کی۔ انہوں نے اپنے دادی دادا کے زمانے کی ایک کہانی سنانے کا ابتدائی قدم اٹھایا، جب ان کے گاؤں نے اسی طرح کی گرمی کا سامنا کیا اور لوگ اپنی حفاظت اور اپنے کھانے پینے کا بندوبست کرنے کے لئے متحد ہو گئے۔ ان دنوں میں سب لوگ ایک ساتھ کام کر کے ٹھنڈے رہنے اور صحت مند رہنے پر توجہ دیتے تھے۔ انہوں نے دن بھر میں بہت سارا پانی پینا یقینی بنایا اور ہلکے، تازہ غذائیں جیسے سلاد اور پھل کھانے کو ترجیح دی۔ ان لوگوں نے زیادہ درخت لگائے اور جگہ جگہ چھاؤں کا بندوبست کیا۔ ادھر بیٹھے ایک بچے نے عائشہ کی بات کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ درخت طبعی ایرکنڈیشنر کی طرح ہوتے ہیں۔ وہ سایہ فراہم کرتے ہیں اور ہمارے ماحول کو ٹھنڈا رکھنے میں مددگار ہوتے ہیں۔

یہ سوچتے ہوئے ان سب نے فیصلہ کیا کہ وہ بھی اپنے پورے گاؤں میں درخت اور پودے لگائیں گے، جس سے ان کے گاؤں اور اردگرد کی گرمی کی شدت میں کمی واقع ہوگی۔

www.idaraghufran.org

بزمِ خواتین (عورت کا تقدس اور حقوق نسواں کا فریب: قسط 81) مفتی طلحہ مدثر

ملازمت اور تجارت میں خواتین کے اختیارات (حصہ:18)

عطر فروش صحابیات

عطر یا پرفیوم کوئی آج کے دور کی پیداوار نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں صفائی اور خوشبو کی پسندیدگی ڈالی ہے، یہی وجہ ہے کہ دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا انسان ہو جو صاف ستھرے اور خوشبودار ماحول کو پسند نا کرے، اگر کوئی ایسا انسان ہے، تو اس کی عقل ٹھکانے پر نہیں ہے، یا اس کی فطرت بگڑ گئی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے ہی ارشادات سے صفائی اور خوشبو کی اہمیت واضح ہوتی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

حبب الی من الدنیا النساء و الطیب (سنن نسائی، کتاب عشرة النساء، رقم الحدیث ۳۹۳۹)

ترجمہ: میرے لیے دنیا میں سے دو چیزوں کو محبوب بنا دیا گیا، عورتیں اور خوشبو (نسائی)

چنانچہ خوشبو کو ہر معاشرے میں پسند کیا جاتا ہے، سیرت کی کتابوں میں بعض صحابیات کے حالات سے معلوم ہوتا ہے، کہ کچھ صحابیات عطر کے کاروبار سے بھی منسلک تھیں، چنانچہ ایسی دو خواتین کا تذکرہ ملاحظہ فرمائیں۔

ملیکہ رضی اللہ عنہا

سائب بن اقرع رضی اللہ عنہ کا شمار صغار صحابہ میں ہوتا ہے، یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بہت سی فتوحات میں شریک رہے تھے، اور ان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بعض علاقوں کا والی اور گورنر بھی بنایا تھا، ان کی والدہ کا نام ”ملیکہ“ تھا، ان کے بارے میں سیرت میں یہ الفاظ ملتے ہیں:

أنها كانت تبيع العطر (الإصابة في تمييز الصحابة،ل **"أحمد بن علی"** الشهيربابن حجر العسقلانی (المتوفى: 852ھ)، كتاب النساء حرف الميم، ١١٧٦)

ترجمہ: یہ عطر فروخت کیا کرتی تھیں (الاصابہ)

اسماء بنت مخربہ رضی اللہ عنہا

اسماء بنت مخربہ، دشمن اسلام عمرو بن ھشام (ابوجہل) کی والدہ تھیں، یہ بعد میں مسلمان ہوگئی تھیں، اور ایک روایت کے مطابق حضرت عمر کے زمانہ خلافت تک زندہ رہی تھیں، یہ جلیل القدر صحابی عیاش بن ابی ربیعہ (ابوجہل کے سوتیلے بھائی) کی بھی والدہ تھیں، عیاش بھی حضرت عمر کی خلافت کے زمانے تک زندہ رہے، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ ان کی شہادت کس جنگ کے موقع پر ہوئی، حضرت عیاش اپنی والدہ کے پاس یمن سے عطر وغیرہ بھیجا کرتے تھے، اور اسماء اس عطر کو فروخت کرتی تھیں۔

چنانچہ علامہ ابن حجر عسقلانی کی کتاب "الاصابہ فی تمییز الصحابہ" میں ہے:

"وكان ابنها عياش بن عبد الله بن أبی ربيعة يبعث إليها من اليمن بعطر، فكانت تبيعه إلى الأعطية" (الاصابة فی تمييز الصحابة، كتاب النساء القسم الاول. ١٠٨١٤)

ترجمہ: ان کے بیٹے عیاش بن عبداللہ بن ابی ربیعہ ان کے لیے یمن سے عطر وغیرہ بھجا کرتے تھے، تو یہ وہ عطر ہدیہ دینے والوں کو فروخت کرتی تھیں (جو کسی دوسرے کو ہدیہ دینا چاہتے تھے) (الاصابہ)

اس کے علاوہ ایک خاتون کا نام "حولاء" بتایا جاتا ہے، جو عطر فروش تھیں، لیکن بہت سے حضرات نے ان کے حالات کا ذکر نہیں کیا، یا ان کی طرف منسوب حدیث کی موضوع بتایا ہے، چنانچہ ہم نے بھی اس کا ذکر تفصیلی طور پر نہیں کیا، گزشتہ تفصیل سے معلوم ہوتا ہے، کہ صحابیات میں کچھ خواتین عطر فروشی کے شعبہ سے بھی منسلک رہ چکی ہیں۔

(جاری ہے............)

www.idaraghufran.org

آپ کے دینی مسائل کا حل ادارہ

تکفیر بازی ومغالطاتِ سلفی کا جائزہ (قسط22)

ہماری طرف بھونڈے الزامات اور مذکورہ عبارت میں مختلف خیانتوں کا ارتکاب کرنے کے بعد عبدالجبار سلفی صاحب نے یہ عنوان قائم کیا کہ:

"ہمیشہ قانون "بعض" بناتے ہیں، مگر ماننے والے سارے ہوتے ہیں" (ماہنامہ حق چار یار، مارچ ۲۰۲۳ء، صفحہ نمبر ۳۶)

اور پھر اس ضمن میں موصوف نے تین نمبرات شمار کر کے ہماری طرف تضادات کو منسوب کرنے کی ناکام کوشش کی ہے، جس میں "بعض" کے لفظ پر جاہلانہ بحث، اور بے سروپا بکواسات شامل ہیں۔

چنانچہ موصوف خود پہلے نمبر کے ذیل میں یہ کہنے پر مجبور ہوے کہ:

اگر موصوف (یعنی رضوان) تحقیق کے ذوق سے پیٹ بھرنے کے خواہاں تھے، تو وہ امام رازی علیہ الرحمہ کی اتباع میں یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ بعض امامی جو تحریف کے قائل ہیں، وہ کافر ہیں، مگر چونکہ اثنا عشریوں کی وکالت کا وبال گلے پڑ چکا تھا، سوانہوں نے یہاں بھی بے تکی باتیں ہانکنے میں خطاء نہیں کھائی (ماہنامہ حق چار یار، مارچ ۲۰۲۳ء، صفحہ نمبر ۳۶)

اگر موصوف یہ واضح کردیں کہ ان کے نزدیک چونکہ امامیہ اور اثنا عشریہ ایک ہی ہیں۔

اور موصوف کے نزدیک امام رازی کی اتباع میں تحقیق کے ذوق سے پیٹ بھرنے کا نتیجہ یہ ہے کہ تحریف کا عقیدہ تمام شیعہ وروافض، اور تمام امامیہ واثنا عشریہ کا نہیں، اس لئے جملہ شیعہ وروافضہ، اور جملہ امامیہ واثنا عشریہ کافر نہیں، صرف بعض امامیہ واثنا عشریہ کا ہے، اور صرف وہی کافر ہیں، تو ہم بھی موصوف کے شوق کی تکمیل میں ان شاء اللہ تعالیٰ جواب دینے کے لئے لیت ولعل سے کام نہ لیں گے، لیکن ہم پیشگی اعلان کرتے ہیں کہ موصوف ہرگز اس تحقیق کے ذوق پر پورا اتر کر ہمارے "مطلق عدمِ تکفیر" کے موقف کا ہم موقف بننا گوارا نہیں کریں گے، اس لئے ہمیں ضدی سلفی کو منانے کے لئے وقت کے ضیاع کا کیا فائدہ؟

اس کے باوجود اگر موصوف آنکھیں کھول کر دیکھیں گے، تو اس کا جواب اصولی انداز میں ہماری

سابق عبارت میں اس طرح مذکور ہے کہ:

''حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے جو یہ فرمایا کہ:

''شیعوں کی کتابوں میں تحریفِ قرآن کا عقیدہ بے شک مذکور ہے، مگر موجودہ ہر شیعہ پر بر بناءِ مذکور، یہ از خود لازم نہیں کیا جاسکتا، جب تک وہ اس کی تصریح نہ کرے''۔

ہم اس بات سے اتفاق کرتے ہیں'' (علمی وتحقیقی رسائل، جلد نمبر۱۸، ص۳۹۵)

پس جب کوئی شیعہ اپنا تحریفِ قرآن کا عقیدہ ہونے کی تصریح کرے گا، تو ہم اس عقیدہ کے مطابق اس کی طرف نسبت کرنے میں تامل نہ کریں گے، لیکن اس عقیدہ کی تصریح نہ کرنے والے کی طرف خود سے اس عقیدہ کی نسبت نہ کریں گے۔

اس کے بعد دوسرے نمبر کے ذیل میں سلفی صاحب نے لکھا کہ:

امام رازی نے ''بعض امامیہ'' کے الفاظ اس لئے لکھے کہ لازمی بات ہے، کتابیں، اور پھر کتابوں میں مخصوص قوانین مذہبی تو بعض ماہری ہی وضع کرتے ہیں، مگر اسے ماننے والے بعض نہیں ہوتے، بلکہ کل، یا اکثر ہوتے ہیں (ماہنامہ حق چاریار، مارچ ۲۰۲۳ء، صفحہ نمبر ۳۷)

امام رازی کی عبارت کو قانون بنانے اور عمل کرنے والوں کے ساتھ جوڑنے کی کوشش کرنا موصوف کا ایک نرالا علمی نمونہ ہی کہا جاسکتا ہے، کیونکہ مختلف لوگوں کے متضاد اقوال اور عقائد میں سے کسی ایک قول، یا عقیدہ کو سب کی طرف منسوب کرنا، اور اس پر مذکورہ مثال کو منطبق کرنا، احمقوں کی دنیا میں ہی ممکن ہے۔

اس کے بعد تیسرے نمبر پر موصوف نے امام رازی کے ''بعض'' کے لفظ کی ایسی تاویل وتشریح کرتے ہوئے، جن سے خود امام رازی بھی راضی نہیں، ایک تاویل کے ضمن میں، حضرت تھانوی کے اس جواب کے ایک اقتباس کو نقل کیا ہے، جو مولانا عبدالماجد دریابادی کو تحریر کیا تھا۔

لیکن ہم پہلے اپنے مقام پر حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے اس مکتوب کے متعلق، جس کا موصوف نے حوالہ دیا ہے، خود حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے حوالہ سے یہ تصریح ذکر کرچکے ہیں کہ حضرت تھانوی کا سابقہ جواب، اپنے اُن تمام اجزاء سمیت، جو اس مکاتبت میں شبہ اور جواب کی شکل میں تھے، وہ ''درجۂ منع'' میں تھا، یعنی مولانا عبدالشکور لکھنوی کے فتوے پر جو شبہات تھے، ان کا جواب تھا، اور یہ

خود حضرت تھانوی کا فتویٰ نہیں تھا۔

لہٰذا اس مکاتبت، یا اس کے اجزاء کو حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا فتویٰ سمجھنا، درست نہیں۔

اصحابِ علم ''درجہ منع'' سے واقف ہیں کہ وہ ''تسلیم'' کے مقابلہ میں آتا ہے، اور بسا اوقات اس طرح کا ''درجہ منع'' علمائے مناظرہ کے قواعد پر مبنی ہوا کرتا ہے، جس میں علمی مباحث کے دوران الزاماً ''کفر'' کا وقوع ہو جایا کرتا ہے، جو ''التزامِ کفر'' کو مستلزم نہیں ہوتا۔

(ملاحظہ ہو:البناية شرح الهداية، ج۷، ص ۴۱۹، كتاب الشركة،أداء الزكاة من مال الشريكين، كشف الأسرار عن أصول فخر الإسلام البزدوى، ج۳، ص ۲۶۲، باب شروط الإجماع، رد المحتار على الدر المختار، ج ۱، ص ۴۴۳، كتاب الصلاة)

اور ''لزومِ مذہب'' کو ''التزامِ مذہب'' سمجھ لینا، اصولی غلطی ہے، جس کی تفصیل ہم نے مستقل عنوان کے تحت ''اہلِ تشیع کی تحقیق وتکفیر'' میں ذکر کردی ہے۔

اور ہم پیچھے حضرت تھانوی اور مولانا دریا دی کی مکاتبت کے ذیل میں یہ بھی باحوالہ لکھ چکے ہیں کہ یہ طرزِ عمل مصداق ہے، اس اصول کا کہ:

اخترت توجيه الكلام، بما لا يرضى به قائله، وتمويه المرام بما لا يسعى به عامله(تذكرة الراشد برد تبصرة الناقد، ص ۲۴)

ترجمہ: تم نے کلام کی ایسی توجیہ کو اختیار کیا، جس سے اس قول کا قائل راضی نہیں، اور ایسے مقصود کی تلبیس وتخدیع کی، جس کی اس کے عامل نے سعی نہیں کی (تذکرۃ الراشد)

اور اگر موصوف کو ابھی بھی بات سمجھ نہ آئے، اور موصوف امام رازی علیہ الرحمہ کی اتباع میں ''تحقیق کے ذوق سے پیٹ بھرنے'' کی طلب صادق رکھتے ہوں، اور امام رازی کی عبارت کے مطلب کو خود کے مقابلہ میں امام رازی سے ہی سمجھنے میں مخلص ہوں، تو ہمیں امید ہے کہ وہ امام رازی کی مندرجہ ذیل تحقیق کے ذوق سے بھی پیٹ بھرنے میں ہچکچاہٹ سے کام نہیں لیں گے۔

امام رازی اپنی تالیف ''اعتقادات فرق المسلمين والمشركين'' میں مسلمانوں کے مختلف فرقوں، خوارج، روافض، کرامیہ، جبریہ، مرجئہ وغیرہ کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

سؤال فإن قيل إن هذه الطوائف التي عددتهم أكثر من ثلث وسبعين ورسول الله صلى الله عليه وسلم لم يخبر بأكثر فكيف ينبغي أن يعتقد في ذلك.

والجواب عن هذا أنه يجوز أن يكون مراده عمن ذكر الفرق الفرق الكبار وما

www.idaraghufran.org

عددنا من الفرق ليست من الفرق العظيمة وأيضا فإنه أخبر أنهم يكونون على ثلث وسبعين فرقة لم يجز أن يكونوا أقل وأما إن كانت أكثر فلا يضر ذلك كيف ولم نذكر في هذا المختصر كثيرا من الفرق المشهورة ولو ذكرناها كلها مستقصاة لجاز أن يكون اضعاف ما ذكرنا بل ربما وجد في فرقة واحدة من فرق الروافض وهم الإمامية ثلاث وسبعون فرقة. ولما أشرنا الى بعض الفرق الإسلامية فلنشر الى بعض الفرق الخارجية عن الإسلام (اعتقادات فرق المسلمين والمشركين للرازى، ص ۷۴، ۷۵،ذكر بعض فرق الأسلامية)

اس عبارت میں امام رازی نے ''روافض'' کو ''امامیہ'' قرار دیا، اوران کواسلامی فرقوں میں شمار کیا۔

لیکن موصوف، امام رازی کے اس موقف کی تصدیق کرنے پر آمادہ نہیں ہوں گے۔

امام فخرالدین رازی اپنی دوسری تالیف ''اساسُ التقديس في علم الكلام'' میں فرماتے ہیں:

جمع عظيم من المسلمين ، اختاروا مذهبهم .مثل .معمر بن عباد السلمي من المعتزلة ، ومثل محمد بن النعمان من الرافضة.ومثل أبي القاسم الراغب ، وأبي حامد الغزالي من أصحابنا (أساس التقديس في علم الكلام،ص ۱۶ و ۱۷ ،الفصل الاول المقدمة الاولیٰ،مكتبة: الكلياتالازهرية،القاهرة،طبع: 1986ء)

ترجمہ: مسلمانوں کے جمعِ عظیم نے ان (جمہور عقلائے معتبرین) کے مذہب کو اختیار کیا ہے، جیسا کہ ''معتزلہ'' میں سے معمر بن عباد سلمی نے، اور ''رافضہ'' میں سے محمد بن نعمان نے، اور ''ہمارے اصحاب'' (شافعیہ واشعریہ) میں سے ابو القاسم راغب، اور ابوحامد غزالی نے (اساس التقدیس)

اس سے معلوم ہوا کہ فخرالدین رازی نے عقائد واصول اور علمِ کلام میں اثنا عشریہ کے شیخ مفید کے عقائد کو ملاحظہ کیا تھا، لیکن اس کے باوجود انہوں نے شیخ مفید کو مسلمانوں کے جمعِ عظیم میں شمار کیا۔

اور اس عبارت میں امام فخرالدین رازی نے رافضہ اثنا عشریہ کے اہم ستون شیخ مفید (المتوفی: 336ھ) کو صاف طور پر مسلمانوں کی جماعت میں داخل مانا ہے۔

لیکن موصوف، امام رازی کے اس موقف کی بھی تصدیق کرنے پر آمادہ نہیں ہوں گے۔

اس کے علاوہ بھی امام رازی، اور بعض دیگر اہل السنۃ کی دوسری ایسی تصریحات ہیں، جن کی بناء پر اللہ نہ کرے کہ موصوف، امام رازی وغیرہ پر کفر کا حکم لگانے کی کوششیں شروع نہ کردیں۔

چنانچہ امام رازی کسی بھی مسلم فرقہ، بشمول روافض وخوارج کی تکفیر کے لئے ایسے مجمع علیہ امرِ مکفر کے

ضروری ہونے کا رجحان رکھتے ہیں،جس کے باعثِ کفر ہونے پر وہ فرقہ بھی متفق ہو،اس کے بعد ہی وہ اس فرقہ کو امت سے خارج قرار دیتے ہیں۔

چنانچہ امام فخر الدین رازی(المتوفیٰ:606ھ)علمِ کلام سے متعلق اپنی تالیف’’نهايةُ العقول فی دراية الاصول‘‘میں روافض وخوارج کی تکفیر کرنے والوں کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

والحاصل: أن الروافض والخوارج ما ردوا الكتاب صريحا، بل ذكروا فيه تأويلا (نهاية العقول فی دراية الأصول ، ج۴ص ۳۰۰ ،الأصل التاسع عشر، المسألة الثالثة : فی أن مخالف الحق من أهل الصلاة هل يكفر أم لا؟ الناشر: دار الذخائر، بيروت، لبنان، الطبعة الأولیٰ: ۱۴۳۶ھ، 2015م)

ترجمہ:اور خلاصہ ولبِ لباب یہ ہے کہ روافض اور خوارج نے ،قرآن مجید کی صراحتاً تردید نہیں کی، بلکہ اس میں تاویل کا ذکر کیا(نهاية العقول فی دراية الاصول)

موصوف اپنی ضد اور ہٹ دھرمی امام رازی کے اس موقف کی تصدیق کرنے پر آمادہ تو کیا ہوں، شاید ان کو امام رازی کے ایمان میں تردد نہ ہونے لگ جائے، کیونکہ وہ کوفر کو کافر نہ کہنے والے کے کفر پر بھی بہت شدومد سے عمل پیرا ہیں۔

امام فخر الدین رازی اپنی مذکورہ تالیف’’نهايةُ العقول فی دراية الاصول‘‘میں ہی روافض وخوارج کی تکفیر کرنے والوں کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قوله : أجمعت الأمة على تكفير من كفر الصحابة .

قلنا : إنما يصح دعوى الإجماع لو ثبت أن الخوارج والروافض ليسوا من الأمة ، إلا فهم يخالفون فی ذلک، وإنما ثبت أنهم ليسوا من الأمة بالإجماع على تكفير من كفر الصحابة، فيتوقف كل واحد منهما على الآخر،فيكون دوراً.فهذا حاصل الكلام فی هذه المسألة،وبالله التوفيق (نهاية العقول فی دراية الأصول ، ج۴،ص ۳۰۲،الأصل التاسع عشر، المسألة الثالثة : فی أن مخالف الحق من أهل الصلاة هل يكفر أم لا؟ الناشر: دار الذخائر، بيروت، لبنان، الطبعة الأولیٰ: ۱۴۳۶ھ، 2015م)

ترجمہ:اور اس(یعنی خوارج وروافض کی تکفیر کرنے والے) کا یہ کہنا کہ امت کا صحابہ کوکافر قرار دینے والے کی تکفیر پر اجماع ہے۔تو ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ اجماع کا دعویٰ،صرف اس صورت میں صحیح ہوسکتا ہے، جبکہ یہ ثابت ہوجائے کہ خوارج وروافض اس امت سے تعلق نہیں رکھتے(یعنی وہ اسلام سے خارج ہیں) ورنہ تو وہ اس

اجماع کی مخالفت کرنے والے ہیں، حالانکہ اُن خوارج وروافض کا بالا جماع امت میں سے نہ ہونا، صرف ان لوگوں کے قول سے ثابت ہے، جو صحابہ کو کافر قرار دینے والے کی تکفیر کرتے ہیں، لہٰذا ان میں سے ہر ایک قول، دوسرے پر موقوف ہوگا، اوراس کے نتیجہ میں یہ ''دور'' لازم آنے کو مستلزم ہوگا (جو کہ جائز نہیں) پس یہ اس مسئلہ میں حاصلِ کلام ہے، وباللہ التوفیق (نهاية العقول فى دراية الاصول)

اورامام فخر الدین رازی اصولِ فقہ سے متعلق اپنی تالیف ''المحصول''میں فرماتے ہیں:

المسألة الثامنة اختلفوا فى انعقاد الإجماع مع مخالفة المخطئين من أهل القبلة فى مسائل الأصول فإن لم نكفرهم اعتبرنا قولهم لأنهم اذا كانوا من المؤمنين ومن الأمة كان قول من عداهم قول بعض المؤمنين فلا يكون حجة.

وإن كفرناهم انعقد الإجماع بدونهم.

لكن لا يجوز التمسك بإجماعنا عن كفرهم فى تلك المسائل لأنه إنما ثبت خروجهم عن الإجماع بعد ثبوت كفرهم فى تلك المسائل فلو أثبتنا كفرهم فيها بإجماعنا وحدنا لزم الدور (المحصول للرازى، ج۴ص ۱۸۰، ۱۸۱، المسئلة الثامنة الإجماع مع مخالفة المخطئين فى مسائل الاصول)

ترجمہ: آٹھواں مسئلہ، اس بارے میں اختلاف ہے کہ ''اجماع'' اہلِ قبلہ کے مسائلِ اصول میں خطاء کاروں کی مخالفت کے ساتھ منعقد ہوجاتا ہے، یا نہیں؟

اگر ہم ان کی تکفیر کریں، تو ہم ان کے قول کا اعتبار کریں گے، کیونکہ جب وہ مومنین اور امت سے تعلق رکھیں گے، تو ان کے علاوہ کا قول، بعض مومنین کا قول شمار ہوگا، جو کہ حجت نہیں ہوگا۔

اوراگر ہم ان کی تکفیر کریں، تو ان کے بغیر اجماع منعقد ہوجائے گا۔

لیکن ہمارے اجماع سے ان مسائل میں ان کی تکفیر پر دلیل پکڑنا جائز نہیں ہوگا، کیونکہ ان کا اجماع سے خروج، مسائل میں ان کے کفر کے ثبوت کے بعد ہی ثابت ہوگا، اور اگر ہم ان مسائل میں ان کے کفر کو محض اپنے اجماع سے ثابت کریں گے، تو دَور لازم آئے گا (المحصول)

اور یہ بات معلوم ہے کہ دور کا لازم آنا جائز نہیں، لہٰذا اس بنیاد پر تکفیر بھی جائز نہیں۔

اورامام رازی کی مذکورہ تالیف میں ہی یہ تحقیق بھی موصوف کے لئے بہت کٹھن ہوگی،جس میں امام رازی فرماتے ہیں:

والذی یدل علیه أن الانسان قبل الإحاطة بالمقالات الغريبة والمذاهب النادرة يعتقد اعتقادا جازما أن كل المسلمين يعترفون أن مابين الدفتين كلام الله عز وجل ثم إذا فتش عن المقالات الغريبة وجد فی ذلک اختلافا شديدا نحو ما يروى عن ابن مسعود أنه أنكر كون الفاتحة والمعوذتين من القرآن.ويروى عن الميمونية قوم من الخوارج أنهم أنكروا كون سورة يوسف من القرآن ويروى عن كثير من قدماء الروافض أن هذا القرآن الذی عندنا ليس هو ذلک الذی أنزل على محمد صلى الله عليه وسلم بل غير وبدل ونقص عنه وزيد فيه وإذا كان كذلک علمنا أنا وإن اعتقدنا فی الشیء أنه مجمع عليه اعتقادا قويا لكن ذلک الاعتقاد لا يبلغ حد العلم ولا يرتفع عن درجة الظن (المحصول،ج،۴ص ۳۳،الكلام فی الاجماع،القسم الاول،المسئلة الثانية)

ترجمہ:اور جو چیز اس مسئلہ پر دلالت کرتی ہے،وہ یہ ہے کہ انسان،اقوالِ غریبہ،اور مذاہبِ نادرہ کا احاطہ کرنے سے پہلے،یہ پختہ عقیدہ بنالیتا ہے کہ تمام مسلمان،اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ ”دفتین کے درمیان جو کچھ بھی ہے،وہ اللہ عزوجل کا کلام ہے“ پھر جب اس کے سامنے،اقوالِ غریبہ کھلتے ہیں،تو وہ اس میں”اختلافِ شدید“ کو پاتا ہے،جیسا کہ حضرت ابنِ مسعود کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے فاتحہ اور معوذتین کے،قرآن ہونے سے انکار کیا،اور خوارج کی ایک قوم”میمونیہ“ سے مروی ہے کہ انہوں نے سورہ یوسف کے قرآن ہونے کا انکار کیا ہے،اور بہت سے قدمائے روافض سے مروی ہے کہ یہ قرآن،جو ہمارے پاس ہے،یہ وہ قرآن نہیں ہے،جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا،بلکہ تبدیل اور تنقیص اور زیادتی شدہ ہے،اور جب صورتِ حال یہ ہے،تو ہم نے یہ بات جان لی کہ بے شک ہمارا اگرچہ یہ قوی عقیدہ ہو کہ اس چیز پر اجماع ہے،لیکن یہ عقیدہ جزم ویقین کی حد تک نہیں پہنچتا،اور وہ ظن کے درجہ سے نہیں نکلتا(المحصول)

یہی بات سراج الدین محمود ارموی(المتوفی:682ھ)نے بھی”التحصیل من المحصول“ میں تحریر فرمائی ہے۔

www.idaraghufran.org

(ملاحظہ ہو:التحصیل من المحصول، ج۲، ص۳۸، الکلام فی الإجماع وفیه فصول، المسألة الأولى)

مطلب یہ ہے کہ بعض مسائل وہ ہیں، جن میں ’’اجماع کی حیثیت‘‘ اقوالِ غریبہ، یا مذاہبِ نادرہ پائے جانے کی وجہ سے ’’قطعیت‘‘ کے درجہ تک نہیں پہنچتی، بلکہ ’’ظنیت‘‘ کے درجہ تک پہنچتی ہے، جس کی خلاف ورزی قابلِ تضعیف وقابلِ تردید ہوتی ہے، لیکن باعثِ تکفیر نہیں ہوتی، اور امام رازی کے نزدیک ان مسائل میں زیرِ بحث ’’مسئلۂ تحریف‘‘ بھی داخل ہے۔

امید ہے کہ موصوف امام رازی پر بھی اپنے قیمتی فتاویٰ میں سے کوئی فتویٰ عائد کرنے میں تامل نہیں فرمائیں گے، اور جس طرح بے دھڑک ہماری طرف نوع بنوع کے احکامات، والزامات، بلکہ اتہامات منسوب فرماتے ہیں، ان میں کچھ حصہ امام رازی کو بھی عنایت فرما کر ثوابِ دارین حاصل کرنے میں بخل سے کام نہ لیں گے۔

خلاصہ یہ کہ موصوف کے ہاتھ میں امام رازی، حضرت تھانوی اور مولانا دریابادی کے حوالہ سے وہ قیمتی، اور نادر ہیرے ہاتھ لگے ہیں، جن کو بالآخر خود یہ مذکورہ حضرات بھی کوڑیوں کے دام خریدنے کے لئے آمادہ نہیں، لیکن موصوف ’’مدعی سست گواہ چست‘‘ بننے، اور زبردستی دلالی کا کردار اداء کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔

پس موصوف کی اس طرح کی بے سروپا باتوں کا علم وتحقیق کی دنیا میں کوئی ادنیٰ مقام بھی نہیں، اور الحمدللہ اس سلسلہ میں ہمارا موقف جمہورِ امت کے موافق ہونے کے بعد موصوف اور چند مشائخ کے غیر موافق ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

موصوف جتنی مرتبہ بھی علی الاطلاق تکفیر کا قول کرنے والے بزرگوں کا نام اور ان کے حوالہ جات نقل وذکر کریں گے، اسی نسبت سے ان بزرگوں کے موقف کا اپنے ہی ائمہ مجتہدین کے برخلاف ہونا ثابت وظاہر ہوگا، جس کے بعد موصوف، اور ان کے متبعین کو اپنے ان بزرگوں کے مجتہدین کے مقلد ہونے کی حیثیت پر بھی سوالیہ نشان قائم ہونے کی وجہ سے سخت محنت کی ضرورت لاحق ہوگی، کیونکہ اب یہ بات دلائل وبراہین سے، دن کی روشنی کی طرح ثابت، اور منقح ہوچکی ہے کہ علی الاطلاق تکفیر کرنے والے حضرات کا قول ان کے اپنے ہی ائمہ مجتہدین، اور جمہور سلفِ صالحین کے خلاف ہے۔ (جاری ہے......)

www.idaraghufran.org

کیا آپ جانتے ہیں؟ مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

تجارتی بائیکاٹ، اور اس میں غلو و بے اعتدالی (قسط1)

اس سے پہلے ہم نے 05 ذوالقعدۃ 1441ھ کو تحریر کیے گئے، اپنے ایک مضمون میں لکھا تھا کہ:

''مثلاً تنبیہ کی غرض سے کسی کافروں کے ملک کی مصنوعات سے بائیکاٹ کی مہم چلائی جاتی ہے، تو اولاً تو اس کو ایک فرض چیز سمجھ لیا جاتا ہے، اور جو کوئی اس میں مبتلا ہو، اس کو ناجائز و گناہ کے کام کا مرتکب سمجھا جاتا ہے، حالانکہ اس بائیکاٹ کا مقصود دوسرے کو تنبیہ کرنا، اور کسی عمل سے باز رکھنا ہوتا ہے، نہ یہ کہ اس چیز کی خرید و فروخت، شراب وغیرہ کی طرح حرام ہو چکی ہے۔

لیکن ان سب کے باوجود خود مسلمان، تجارت میں جن محرمات و منکرات کے مرتکب ہیں، اور ان سے بچنا فرض ہے، ان کی طرف توجہ نہیں کی جاتی، نیز اس بائیکاٹ کی وجہ سے اپنے مسلمان بھائیوں کو بھی نقصان اور طرح طرح سے تکالیف پہنچانا شروع کر دیتے ہیں، جو کہ حرام اور کبیرہ گناہ ہوتے ہیں، اور ان سے بچنا فرض ہوتا ہے''۔

(ماہنامہ ''التبلیغ'' جلد 18 شمارہ 04، دسمبر 2020ء - ربیع الآخر 1442ھ)

پھر اس کے بعد جون 2024ء کے شمارہ میں ہم نے ''کافروں کے مشابہتی و معاشرتی بائیکاٹ کا حکم'' کا عنوان قائم کر کے اس کے شروع میں تحریر کیا تھا کہ:

آج کل مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ وہ ہر کام میں کافروں کی وضع قطع اور ان کے حلیہ، اور ان کی معاشرت میں ڈوبے ہوئے ہیں، غمی، خوشی کا ہر کام ان کے طریقہ پر کرنے کے خواہش مند ہیں، ان چیزوں سے اپنے آپ کو بچانے کے لئے آمادہ نہیں، جس کا شریعت کی طرف سے حکم ہے۔ اور جب کافروں کی طرف سے مسلمانوں پر کوئی ظلم و ستم ہوتا ہے، تو اس وقت ان کے خلاف زبان درازی کرنے کو بہت بڑی فتح

تصور کرتے ہیں، اور اس کا نام باطل کے خلاف آواز اٹھانا اور زبان بلند کرنا رکھ لیا گیا ہے، اور جو کوئی ایسا نہ کرے، اسے مداہن، بزدل اور ڈرپوک کہا جاتا ہے، زیادہ کچھ کیا، تو کافروں کی مصنوعات کے بائیکاٹ کی مہم چلا دیتے ہیں، جس میں طرح طرح سے شریعت کے احکام کو پامال کیا جاتا ہے، لیکن اس سے کوئی پائیدار و بامقصد نتیجہ برآمد نہیں ہوتا، جس کی بنیادی وجہ، شریعت کے اہم احکام کو نظر انداز کرنا، اور شرعی احکام کو توڑنا ہے (ماہنامہ التبلیغ، جون ۲۰۲۴ء، صفحہ نمبر ۵۲)

پھر اس کے ضمن میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے ارشادات کو نقل کیا تھا۔ [1]

مسلمانوں کو اصل حکم یہ ہے کہ وہ عقائد و افکار، مذہبی عبادات، اور مخصوص معاشرتی امور میں،

---

[1] ایک تکفیری خائن مولوی صاحب نے، جو ''عبدالجبار سلفی'' کے نام سے معروف ہے، اس نے ہماری اوپر درج شدہ عبارت کے مطلب میں بھی تحریف کی، اور ہماری مکمل عبارت کو بھی کانٹ چھانٹ دیا۔

چنانچہ اس خائن مولوی صاحب نے ہماری عبارت اس طرح نقل کی:

جب کافروں کی طرف سے مسلمانوں پر کوئی ظلم وستم ہوتا ہے، تو اس وقت (مسلمان) ان کے خلاف زبان درازی کرنے کو بہت بڑی فتح تصور کرتے ہیں...... زیادہ کچھ کیا، تو کافروں کی مصنوعات کے بائیکاٹ کی مہم چلا دیتے ہیں، جس میں طرح طرح سے شریعت کے احکام کو پامال کیا جاتا ہے، لیکن اس سے کوئی پائیدار وبامقصد نتیجہ برآمد نہیں ہوتا (ماہنامہ حق چار یار، لاہور جولائی ۲۰۲۴ء، صفحہ نمبر ۳۱)

ہم نے اپنی مکمل عبارت اوپر درج کردی ہے، جس کے شروع کے اس حصہ کو بھی مذکورہ مولوی صاحب نے نقل نہیں کیا:

''آج کل مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ وہ ہر کام میں کافروں کی وضع قطع اور ان کے حلیہ، اور ان کی معاشرت میں ڈوبے ہوئے ہیں، غمی، خوشی کا ہر کام ان کے طریقہ پر کرنے کے خواہش مند ہیں، ان چیزوں سے اپنے آپ کو بچانے کے لئے آمادہ نہیں، جس کا شریعت کی طرف سے حکم ہے۔ اور''

اس کے علاوہ یہ جملہ بھی درمیان سے حذف کردیا کہ:

''اور جو کوئی ایسا نہ کرے، اسے مداہن، بزدل اور ڈرپوک کہا جاتا ہے''

اور ہماری عبارت کے پیراگراف کی آخری مندرجہ ذیل عبارت کو بھی حذف کردیا:

''جس کی بنیادی وجہ، شریعت کے اہم احکام کو نظر انداز کرنا، اور شرعی احکام کو توڑنا ہے''

اب ہماری گذشتہ مکمل عبارت کو پڑھ کر پھر اس خائن مولوی صاحب کی کتر بیونت والی عبارت کو ملاحظہ فرمائیں، تو معلوم ہوجائے گا کہ اس نے اس کے مفہوم میں کس قدر تبدیلی وتحریف پیدا کرنے کی جدوجہد کی ہے۔

یہ شخص نہ اس مسئلہ کی حقیقت سے واقف ہے، نہ ہمارے مقصود کو سمجھنے کی اس میں لیاقت وصلاحیت ہے، اور اپنے تکفیری شوق کی خاطر الزام تراشیوں اور بہتانوں کی بوسیدہ عمارتیں قائم کرنا چاہتا ہے، یہ طریقہ اہلِ حق کے خلاف پہلے بھی اس طرح کے خائنین کی طرف سے ہوتا رہا ہے، جو آج اپنے منطقی انجام تک پہنچ چکے ہیں، اور ان کا کوئی نام لیوا نہیں۔ محمد رضوان۔

کافروں کی تہذیب، ان کے کلچر، اوران کے ساتھ تشبہ، ومشابہت کو ترک کریں، اوران چیزوں میں ان کا مقاطعہ وبائیکاٹ کریں، جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث میں ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَّهَ بِغَيْرِنَا، لَا تَشَبَّهُوا بِالْيَهُودِ وَلَا بِالنَّصَارَى(سنن الترمذی،رقم الحدیث ۲۶۹۵)

ترجمہ: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں، جو ہمارے علاوہ کے ساتھ تشبہ اختیار کرے، تم نہ تو یہودیوں کے ساتھ تشبہ اختیار کرو، اور نہ نصاریٰ کے ساتھ مشابہت اختیا کرو(ترمذی)

یہودونصاریٰ اور غیر مسلموں کی مشابہت پر اہلِ علم کی تصانیف بھی موجود ہیں، اور یہ شریعت کا ایک مستقل حکم ہے، اسی کی طرف ہم نے مسلمانوں کو بار بار متوجہ کرنے، اور اس کے مقابلہ میں غیر اہم چیزوں کو اپنے درجہ سے بڑھانے اور اس میں بے اعتدالیاں پیدا کرنے سے بچنے کے لئے مضمون تحریر کیا ہے۔

جہاں تک کسی خاص موقع پر کافروں کی مصنوعات کے بائیکاٹ کے اصولی حکم کا تعلق ہے، تو اس کا تعلق، عقائد، مذہبی عبادات وغیرہ کے بجائے، معاملات سے تعلق ہے، جس کے بائیکاٹ کا شریعت نے حکم نہیں دیا، اور اول تو غیر معتدل بائیکاٹ کا طریقہ بنیادی طور پر کافروں کا ایجاد کردہ تھا، جس کو جائز قرار دینے کے لئے اسلامی حدود وقیود کو ملحوظ رکھنا ضروری تھا، اور اس سے تجاوز کرنا جائز نہیں تھا، جس کے بارے میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ شورش اکثر بے دینوں میں ہے، جن کو دین کا علم، بہت کم ہے، دین داروں میں امن وسکون ہے۔

غور سے معلوم ہوا کہ یہ نئی روشنی والے اس شورش کے اندر بھی یورپ کی تقلید کرتے ہیں، یہ طریقہ یورپ ہی کا ہے کہ جو کام کرتے ہیں، بڑھا چڑھا کر لوگوں کو دکھلا کر کرتے ہیں۔

اگر کسی قوم سے مخالفت ہوگی، تو اہلِ یورپ اس کی بنائی ہوئی چیزیں استعمال نہیں کریں گے اور جو پہلے سے گھر میں ہوں، اس کو جلد پھونک دیتے ہیں۔

چنانچہ پچھلے دنوں اٹلی کی مخالفت میں ہمارے نوجوان تعلیم یافتوں نے بہت سے کپڑے

ٹوپیاں وغیرہ جلادیں، کیونکہ وہ اہلِ اٹلی کا بنا ہوا تھا۔ہم کو تو یہ بات پسند نہیں،لوگ کہتے ہیں کہ اہلِ شریعت میں تہذیب نہیں،اس وقت تو شریعت سے بعید ہونے والوں کی تہذیب معلوم ہوگئی،دوسرے ٹوپی وغیرہ کا جلانا اضاعتِ مال ہے،جو شرعاً وعقلاً کسی طرح جائز نہیں (وعظ حقوق السرّآء والضرّآء ،مشمولہ:خطبات حکیم الامت ج۴ص ۳۵۴، بعنوان''حقوق وفرائق''ناشر:ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ،ملتان،تاریخِ اشاعت:رجب ۱۴۳۰ھ)

نیز حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ ایک مقام پر فرماتے ہیں:

''بہشتی زیور کو بعض مقامات پر (ضِد اور عناد کی وجہ سے) جلایا گیا اور مجھ کو اطلاع دی گئی، میں نے کہا کہ میرا کیا نقصان ہوا، بلکہ تاجروں کا بھی نقصان نہیں ہوا،اس لئے کہ وہ فروخت کر چکے تھے، اب تو نقصان ان کا ہوا،جن کے وہ مِلک میں تھے'' (ملفوظات الافاضات الیومیۃ من الافادات القومیۃ،جلد نمبر۸،ص۹۷،ملفوظ نمبر ۱۷)

معلوم ہوا کہ ایسا بائیکاٹ،جس سے خود اپنے،یا اپنے مسلمان بھائی کے مال کی اضاعت لازم آرہی ہو،یہ درست نہیں،اور جب کوئی کاروبار،یا کوئی چیز خرید کر مسلمان کی ملکیت میں داخل ہوگئی،تو اب اس کو ضائع کرنا، ویسے بھی جائز نہیں،کیونکہ اب وہ چیز مسلمان کی ملکیت ہوگئی،تو ایسی چیزوں کو جلانا،اوران کی توڑ پھوڑ کرنا،اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانا،کسی طرح درست نہیں۔

اوراس طرح کا مقاطعہ وبائیکاٹ اسلام کے بجائے کافروں کا ایجاد کردہ ہے،اسی لئے یہ متعدد مفاسداور گناہوں پر مشتمل ہے۔

البتہ اگر شرعی حدود وقیود کا لحاظ کرتے ہوئے معاشی وتجارتی مقاطعہ وبائیکاٹ کو ایک مباح وجائز ،یا زیادہ سے زیادہ افضل درجہ کی چیز سمجھ کر اختیار کیا جائے،تو حرج نہیں۔

لیکن اگر اس تجارتی بائیکاٹ کی مہم کے نتیجہ میں کافروں کی مصنوعات کی خرید وفروخت کو ناجائز سمجھا جانے لگے،یا واجبات کی خلاف ورزی کی جانے لگے،تو پھر یہ جائز بھی نہیں رہتا، کیونکہ حلال چیز کی خرید وفروخت شرعاً جائز ہے،خواہ مسلمان سے ہو،یا کافر حربی سے،اور حرام چیز کی خرید وفروخت شرعاً ناجائز ہے،خواہ کافر سے ہو،یا مسلمان سے،وہ الگ بات ہے کہ کافروں کے بجائے مسلمان

سے خرید وفروخت بہتر وافضل ہے، اس سے اختلاف نہیں، لیکن افضل وبہتر عمل کو فرض اور واجب کا درجہ دے دیا جائے، اور اس کے مقابلہ میں جو شریعت کے اصل اور اہم احکام تھے، اور جن امور میں کافروں سے مقاطعہ وبائیکاٹ کی اصل ضرورت تھی، ان کو نظرانداز کر دیا جائے، تو اس طرح کے مقاطعہ وبائیکاٹ کا جواز محلِ اختلاف ہے۔

چنانچہ ایک مقام پر حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''بائیکاٹ، یا نان کوآپریشن، یہ شرعاً افرادِ جہاد میں سے نہیں، دلائل میں ملاحظہ کیا جاوے، بلکہ مستقل تدابیر مقاومت کی ہیں، جو فی نفسہ مباح ہیں، اور بعض خطرات کی صورت میں، مباح بھی نہیں رہتیں، اور ممکن ہے کہ کوئی اپنے اجتہاد سے کسی مصلحتِ شرعیہ کے سبب، ضروری بھی کہہ دے، مگر وہ وجوب اجتہادی ہوگا، دوسرے پر حجت نہیں، اور اس سے اس کو واجباتِ مقصودہ شرعیہ سے نہیں کہا جا سکتا، اور مقتضیات کے اختلاف سے اس میں بھی مثل مسئلہ ثانیہ کے جوازاً ومنعاً، یا ایجاباً، اختلاف ہوسکتا ہے، نیز آئندہ دلائل میں جو قصہ ثمامہ کا مذکور ہے، اس سے بھی یہ ثابت ہوا کہ ''بائیکاٹ'' نہ کرنے کو ''موالاۃ'' کہنا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر ''موالاۃ'' کی تہمت لگانا ہے

(اشرف السوانح ج۳،ص۱۷۳، مضمونِ رابع ''الروضة الناضره فی المسائل الحاضرة'' المسئلة الثالثه، مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، سنِ طباعت ۱۴۱۴ہجری)

اور اگر کوئی آج اس بائیکاٹ نہ کرنے کو ''موالاۃ'' کے بجائے ''غیرتِ ایمانی'' کے خلاف قرار دے کر، جواز کا قول کرنے والے کو، ایمان کے اعتبار سے بے غیرت کہتا ہے، تو اس پر سوال عائد ہوتا ہے کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس غیرتِ ایمانی کی طرف توجہ نہیں ہوسکی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فلسفہ سمجھ نہیں آسکا، جو آج کے زمانہ میں سمجھ آیا، جبکہ اللہ کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی غیرتِ ایمانی کے مقام تک کسی فردِ بشر کی رسائی نہیں ہوسکتی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قِيلَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :أَمَا تَغَارُ؟ "قَالَ " :وَاللهِ، إِنِّي

لَأَغَارُ، وَاللهُ أَغْيَرُ مِنِّي، وَمِنْ غَيْرَتِهِ نَهَى عَنِ الْفَوَاحِشِ (مسند احمد،رقم الحديث ٨٣٢١) ؎۱

ترجمہ:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ کیا آپ کو بھی غیرت محسوس ہوتی ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! مجھے بھی غیرت آتی ہے،اور اللہ مجھ سے بھی زیادہ غیرت مند ہے،اور اللہ نے اپنی غیرت کی وجہ سے ہی فواحش سے منع فرمایا ہے(مسند احمد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :الْمُؤْمِنُ يَغَارُ، الْمُؤْمِنُ يَغَارُ، الْمُؤْمِنُ يَغَارُ، وَاللهُ أَشَدُّ غَيْرًا (مسند احمد،رقم الحديث ٧٢١٠) ؎۲

ترجمہ:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن غیرت مند ہوتا ہے،مومن غیرت مند ہوتا ہے،مومن غیرت مند ہوتا ہے(تین مرتبہ یہ جملہ بطور تاکید کے فرمایا)اور اللہ سب سے زیادہ غیرت مند ہے(مسند احمد)

ظاہر ہے کہ کسی کافر حربی سے حلال چیز کی خرید وفروخت فواحش کے مفہوم میں داخل نہیں،ورنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم،اور آپ کی اتباع میں فقہائے کرام،اس کی اجازت نہ دیتے،جس پر مزید کلام آگے آتا ہے۔

پھر حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کافروں سے اختلاط اور ان کے ساتھ تشبہ اور نظریاتی،مذہبی،اور معاشرتی امور کا تفصیلی حکم بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

اب معاملات کا حکم سمجھئے کہ جن عقود میں کوئی ناجائز کام نہ کرنا پڑے،کفار کے ساتھ درست ہیں،خواہ ذمی ہوں،یا حربی(یعنی مسلمانوں سے مقابلہ کرنے والے ہوں) مسالم،یا غیر مسالم(یعنی ان سے مصالحت ہو،یا نہ ہو)اور ان سے وہ معاملات مستثنیٰ ہیں،جو نصاً منہی عنہ ہیں،جیسے غیر کتابی سے نکاح کرنا،باقی دوسرے معاملات درست

؎۱ قال شعيب الارنؤوط:حديث صحيح(حاشية مسند احمد)

؎۲ قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرط مسلم(حاشية مسند احمد)

ہیں، مثلاً ان کی نوکری کرنا، ان کو نوکر رکھنا، ان سے قرض لینا، ان کے پاس رہن رکھنا، ہدیہ دینا، ان سے کچھ خریدنا، ان کے ہاتھ کوئی چیز بیچنا، باستثناء بعض اشیاء کے بعض مواقع میں، جن کی تفصیل (آگے) دلائل میں ہے، اور مواد مذکورہ، مسئلہ عاشرہ وحادیہ عشر بھی اس سے مستثنیٰ ہیں، اور بافضاء بعید، ان معاملات کو بمعنیٰ مناصرہ ومعاونتِ غیر جائزہ (یعنی کافروں کی ناجائز مدد وامداد) کہنا محض بلا دلیل ہے، ورنہ فقہاء ان معاملات کو جائز نہ فرماتے، اور راز اس میں یہ ہے کہ ان معاملات (تجارت وخرید وفروخت) سے مقصود، اپنی مصلحت ہے، حالاً، یا مآلاً، نہ کہ کفار کی، یا اگر ان (کفار) کی مصلحت بھی ہے، تو وہ اسلام کو مضر نہیں، جو معاملات، کسی درجہ میں اعانت غیر کے افراد بن سکتے ہیں، فقہاء نے خود ان میں سے بہت مواد کو جائز فرمایا ہے (جیسے شراب بنانے والے کو شیرہ فروخت کرنا) اور یہ (جائز چیز کی خرید وفروخت) تو اعانت ہی نہیں، گو دوسرے کا نفع لازم آجاوے (اشرف السوانح ج ۳ ص ۱۷۵، مضمونِ رابع، الروضۃ الناضرہ فی المسائل الحاضرہ، المسئلۃ الرابعۃ عشر ''کفار کے ساتھ معاملات'' مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، سنِ طباعت ۱۴۱۴ ہجری)

پھر اس کے بعد حضرت موصوف نے مذکورہ موقف کی تائید میں نصوص، احادیث اور فقہی عبارات نقل کی ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ جمہور فقہائے کرام کے نزدیک مسلمانوں سے محاربہ وجنگ کرنے والے کفار سے خرید وفروخت میں، ان کے فائدہ ونفع پہنچانے، اور اس میں اعانت کی علت نکال کر اس پر شرعی حکم کو مرتب کرنا ہی درست نہیں، اور جس کا اجتہاد ان فقہائے کرام کے خلاف ہو، وہ دوسرے پر حجت نہیں۔

اور حضرت موصوف دوسرے مقام پر اس مسئلہ کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''کوئی فقہی روایت دکھلائیں کہ کفار سے خریدنا، ناجائز ہے، البتہ بعض اشیاء کا فروخت کرنا بے شک ممنوع ہے اور اس میں ایک راز ہے، وہ یہ ہے کہ اعیان (خاص اسلحہ وغیرہ)

میں تو خود بلا واسطہ نفع پہنچتا ہے اور نقود (روپیہ پیسہ) میں بواسطہ ہوتا ہے، مثلاً لوہا ہے کہ خود وہی لوہا کام میں لاسکتے ہیں، تو اگر اس کا مسلمانوں کے مقابلے میں استعمال کریں گے، مسلمانوں کو ضرر پہنچے گا اور روپیہ بعینہٖ کام میں نہیں آتا، بواسطہ کام آتا ہے، تو اس سے اگر ضرر ہوگا، بواسطہ ہوگا، جس میں فاعلِ مختار کا تخلّل ہے (یعنی خود وہ شخص درمیان میں حائل ہے، جو یہ کام کررہا ہے)

فقہاء نے اس راز کو سمجھا ہے، دوسروں کو کیا حق ہے اجتہاد کا کہ خوامخواہ احکام میں ٹانگ اڑائیں'' (ملفوظات، الافاضات الیومیۃ من الافادات القومیۃ، جلد نمبر ۷ ص ۱۹۸، ملفوظ نمبر ۲۸۹)

مذکورہ عبارت میں صاف تصریح ہے کہ فقہائے کرام نے مسلمانوں سے مقابلہ کرنے اور ان کو نقصان پہنچانے والے کافروں سے روپیہ، پیسہ کے ساتھ جائے اشیاء کی خرید وفروخت کو جائز قرار دیا ہے، اور اس صورت میں روپیہ، پیسہ سے ان کفار کو پہنچنے والے فائدہ کو، ان کے تعاون اور اعانت میں داخل نہیں مانا، پھر ان فقہاء کے متبعین کو کیسے موردِ الزام ٹھرایا جاسکتا ہے، البتہ جو فقہائے کرام کے خلاف، اور ان کے مقابلہ میں اپنا اجتہاد کر کے جائز کے بجائے حرام وناجائز ہونے کا حکم بیان کرے، خواہ وہ کوئی بھی ہو، وہ اپنے اجتہاد کا خود ذمہ دار ہے، لیکن اس کو حق نہیں کہ وہ فقہائے کرام کے اجتہاد، اور ان کی تقلید کے خلاف زبان درازی کرے۔

اور جب اس جائز اور غیر واجب مقاطعہ وبائیکاٹ میں واجبات کا ترک لازم آنے لگے، تو پھر اس کو جائز قرار دیا جانا بھی بعید ہے، مثلاً جب کسی کا اس طرح بائیکاٹ کیا جائے کہ اس کی وجہ سے مسلمانوں کے واجب کسبِ معاش کے مسائل میں خلل پیدا ہو، اس کی وجہ سے اس کی ملازمت، یا تجارت کا نقصان ہو۔

چنانچہ ایک مقام پر حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے ان کافروں کے ملک کی اشیاء خریدنے، اور ان کی نوکری کرنے کے متعلق سوال کیا گیا، جو مسلمانوں پر ظلم کرتے ہیں، اور دوکانداروں کو ایسی اشیاء کی تجارت بند کرنے پر مجبور کرنے اور طرح طرح کی تدبیروں سے اس کو ضرر پہنچانے کے بارے میں استفتاء کیا گیا، جیسا کہ اس زمانہ میں انگریزوں کا مسلمانوں پر ظلم کرنا، سب کو معلوم ہے، اس کے

جواب میں حضرت موصوف نے تحریر فرمایا کہ:

''یہ مقاطعہ (بائیکاٹ) بعض اوقات ترکِ واجب تک مفضی (پہنچانے والا) ہوجاتا ہے، مثلاً کسی کے پاس بجز جائز نوکری، یا کسی خاص تجارت کے دوسرا کوئی جائز ذریعہ معاش کا نہیں، اور ادائے حقوق اہل وعیال کے لئے اس پر اکتساب واجب ہے، تو اس مقاطعہ سے اس واجب کا ترک لازم آتا ہے، اور ترکِ واجب، معصیت ہے۔

اور جن مقاطعات (بائیکاٹوں) میں اس واجب کا ترک بھی لازم نہ آتا ہو، مگر حکومت سے عداوت لازم آتی ہے، اور بلاضرورتِ شرعیہ ضعیف کے لیے جائز نہیں کہ قوی کو اپنا دشمن بنالے کہ اس میں بھی اپنے کو مصیبت میں ڈالنا ہے، جس کی ممانعت آیت، مرقومہ نمبر امیں گزری ہے۔

اور یہ جب ہے کہ اس مقاطعہ کو واجب شرعی نہ سمجھا جاوے اور اس پر دوسرے کو مجبور نہ کیا جاوے، ورنہ واجب شرعی سمجھنا مصداق ہے ''**یحرفون الکلم عن مواضعہ**'' کا اور مجبور کرنا، ظلم واکراہ ہے، جس کی حرمت ظاہر ہے۔

یہ واقعہ بھی متعدد گناہوں پر مشتمل ہے، ایک مباح فعل کے ترک پر مجبور کرنا، کیونکہ بجز خاص تجارتوں کے، سب اشیاء کی خرید وفروخت کا معاملہ، اہلِ حرب تک کے ساتھ بھی جائز ہے، چہ جائیکہ معاہدین کے ساتھ۔

فی شرح السیر الکبیر ج۳، باب ما یکرہ ادخالہ دارالحرب:

إلا أنہ لا بأس بذلک فی الطعام والثیاب ونحو ذلک لما روی أن ثمامة بن أثال الحنفی أسلم فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقطع المیرة عن أھل مکة وکانوا یمتارون فکتبوا إلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسألونہ أن یأذن لہ فی حمل الطعام إلیھم فأذن لہ فی ذلک وأھل مکة یومئذ کانوا حرباً لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعرفنا أنہ لا بأس بذلک، الیٰ قولہ''الا الکراع والسبی والسلاح.

(اشرف السوانح ج۳ص۲۰۳، مضمونِ ثامن رسالہ ''معاملة المسلمین فی مجادلة غیرالمسلمین، مطبوعہ: ادارہ

تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، سنِ طباعت ۱۴۱۴ ہجری)

ایک زمانے میں طرابلس پر اٹلی کا قبضہ ہوجانے سے ہندوستان کے شہر دہلی میں ایک جلسے میں یہ کہا گیا کہ اٹلی کے ساتھ تجارتی لڑائی کریں، اٹلی ساخت کے کل سامان کا استعمال چھوڑ دیں اور خرید وفروخت ترک کردیں، جو ایسا نہیں کرے گا، وہ کافر ہے، اس سلسلہ میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے فتویٰ طلب کیا گیا، جس کا آپ نے درجِ ذیل جواب تحریر فرمایا:

''کافر ہونے کی تو کوئی وجہ نہیں اور بلکہ بیع ناجائز بھی نہیں، لیکن افضل یہی ہے، بشرطیکہ اپنا ضرر اور اتلافِ مال نہ ہو، ورنہ افضل کیا، جائز بھی نہیں'' (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۸۸)

معلوم ہوا کہ اگر خدانخواستہ کوئی کافر قوم مسلمانوں کے ملک پر قابض ہوجائے، تب بھی اُس قوم کی مصنوعات کی خرید وفروخت گناہ نہیں، زیادہ سے زیادہ اُن مصنوعات کی خرید وفروخت کا ترک کرنا افضل ہے، لیکن اس میں بھی یہ شرط ہے کہ اس کی وجہ سے اپنا کوئی نقصان نہ ہو اور مال ضائع نہ ہو، ورنہ افضل تو کیا جائز بھی نہیں۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے ایک سوال کیا گیا کہ:

''اہلِ ہنود (ہندو اور مشرکوں) کی دکان سے مٹھائی وغیرہ خریدنا، اور ان کے یہاں کھانا کھانا جائز ہے، یا نہیں، اگر ہے، تو کس طرح؟

آپ نے جواب تحریر فرمایا کہ:

''اگر ظاہراً کوئی نجاست نہ ہو، تو جائز ہے، لیکن اگر اس پر بھی اپنے بھائی مسلمان کو نفع پہنچاوے، تو زیادہ بہتر ہے'' (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۴۱)

مطلب یہ ہے کہ کافر کے مقابلے میں اگر مسلمان بھائی سے کوئی چیز خرید کر اس کو فائدہ پہنچایا جائے تو یہ کافر کو فائدہ پہنچانے سے بہتر ہے، اسی کی خلاف ورزی کو بعض نے مکروہ کہہ دیا، جس سے مکروہ تنزیہی ہونا مراد ہے، اور اس کا حاصل بھی اس سے زیادہ نہیں۔

لہٰذا بعض حضرات کا اس کو مکروہ تحریمی سمجھنا، درست نہیں، اسی طرح تجارات ومعاملات کو ''موالاتِ حقیقی، بمعنیٰ دوستی قلبی'' یا ''موالات صوری، بمعنیٰ دوستی ظاہری'' کے ساتھ جوڑ کر حکم بیان کرنا، جس

میں ان کے ساتھ فضول اختلاط اور دوستی ومیل جول، اور بلا تکلف نشست وبرخواست اور کھانا پینا وغیرہ ہوتا ہے، یہ درست نہیں، حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے مذکورہ ارشادات وعبارات میں جو حکم بیان فرمایا، وہ حنفیہ اور جمہور فقہائے کرام کی بیان کردہ تصریحات کے مطابق ہے، اورانہوں نے اپنے رسالہ’’الروضۃ الناظرۃ فی المسائل الحاضرۃ‘‘میں موالات کی اقسام کو تجارات ومعاملات سے الگ کرکے بیان فرمایا ہے۔

فقہائے کرام نے جن احادیث سے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے والے محارب کفار سے تجارت کے حلال ہونے پر استدلال کیا ہے، ان میں حضرت ثمامہ بن اثال کا واقعہ بھی ہے۔

چنانچہ امام نووی صحیح مسلم کی شرح میں فرماتے ہیں:

وَقَدْ أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلَى جَوَازِ مُعَامَلَةِ أَهْلِ الذِّمَّةِ وَغَيْرِهِمْ مِنَ الْكُفَّارِ إِذَا لم يتحقق تحريم مَا مَعَهُ لَكِنْ لَا يَجُوزُ لِلْمُسْلِمِ أَنْ يبيع أهل الحرب سلاحا و آلة حرب (شرح النووی علیٰ مسلم، ج ۱۱، ص ۴۰، کتاب البیوع،باب جواز بیع الحیوان بالحیوان من جنسه متفاضلا)

ترجمہ: اور مسلمانوں کا، اہلِ ذمہ اور غیر اہلِ ذمہ کفار کے ساتھ معاملہ جائز ہونے پر اجماع ہے، جب تک ان کی چیز کے حرام ہونے کا ثبوت نہ ہو، لیکن مسلم کے لئے اہلِ حرب کو اسلحہ، اور جنگی ساز وسامان کی بیع جائز نہیں (شرح نووی)

اور مشکوٰۃ کی شرح’’ مرقاۃ المفاتیح‘‘میں ہے کہ:

وَقَدْ أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلَى جَوَازِ مُعَامَلَةِ أَهْلِ الذِّمَّةِ وَالْكُفَّارِ إِذَا لَمْ يَتَحَقَّقْ تَحْرِيمُ مَا مَعَهُمْ لَكِنْ لَا يَجُوزُ لِلْمُسْلِمِ بَيْعُ السِّلَاحِ (مرقاة المفاتيح، ج۵،ص۱۹۴۷،کتاب البیوع،باب السلم والرهن)

ترجمہ: اور مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اہلِ ذمہ اور دوسرے کفار کے ساتھ معاملہ جائز ہے، جب تک ان کی چیز کے حرام ہونے کا یقین نہ ہو، لیکن مسلم کے لئے اسلحہ کی بیع جائز نہیں (مرقاۃ)

’’الموسوعۃ الفقهیة الکویتیة‘‘میں ہے کہ:

أما الاتجار بغير السلاح ونحوه مما لا يستخدم فى الحرب فى دار الحرب، فلا

بـأس بـه، كـالثياب، والطعام، ونحو ذلك لانعدام علة المنع من البيع (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٢٠، ص ٢١٦، مادة"اهل الحرب")

ترجمہ: جہاں تک اسلحہ وغیرہ کے علاوہ دوسری ایسی چیزوں کی تجارت کا تعلق ہے، جو دارالحرب میں بذاتِ خود جنگ کے لئے استعمال نہیں ہوتیں، جیسا کہ کپڑے، اور کھانا، وغیرہ، تو ان کی تجارت میں حرج نہیں، کیونکہ ان چیزوں میں بیع کی ممانعت کی علت موجود نہیں (الموسوعۃ الفقہیہ)

ایک اور مقام پر بھی اس بارے میں جمہور فقہائے کرام کی طرف سے تفصیل کے ساتھ یہی حکم مذکور ہے، اور اسلحہ کے علاوہ دوسری چیزوں کی خرید وفروخت کے جائز ہونے کی دلیل میں اہلِ حرب پر صدقہ کی حدیث اور ثمامہ بن اثال کے واقعہ کو ذکر کیا گیا ہے۔

(ملاحظہ ہو: الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٧، ص ١١٣، مادة"اهل الحرب")

اور علامہ ابنِ تیمیہ کفار کی مخالفت پر تحریر کی جانے والی اپنی معرکۃ الآراء کتاب ''اقتضاء الصراط المستقيم لمخالفة أصحاب الجحيم'' میں فرماتے ہیں:

فـمـا أجـاب بـه أحـمـد من جواز شهود السوق فقط للشراء منها، من غير دخول الـكنيسة فيجوز؛ لأن ذلك ليس فيه شهـود منكر، ولا إعانة على معصية؛ لأن نـفـس الابتيـاع منهم جائز، ولا إعانة فيه على المعصية (اقتضاء الصراط المستقيم لمخالفة أصحاب الجحيم، ج ٢، ص ١٤، فصل في أعياد الكفار)

ترجمہ: پس امام احمد نے جو جواب دیا کہ صرف خریداری کرنے کے لئے (کفار کے) بازار میں داخل ہونا جائز ہے، جبکہ گرجا گھر میں داخل نہ ہو، تو اس طرح (کفار کے علاقہ سے ان کی اشیاء کی) خریداری جائز ہے، کیونکہ اس میں کسی منکر عمل میں شرکت نہیں پائی جاتی، اور نہ ہی کسی گناہ کی اعانت کرنا پایا جاتا، کیونکہ کفار سے محض خریداری کرنا جائز ہے، اور اس (کفار سے خریداری) میں گناہ پر اعانت کرنا نہیں پایا جاتا (اقتضاء)

علامہ ابنِ تیمیہ مزید فرماتے ہیں کہ:

ثـم إن الـرجـل لـو سـافـر إلى دار الحرب ليشترى منها، جاز عندنا، كما دل عليه

حديث تجارة أبي بكر -رضي الله عنه -في حياة رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى أرض الشام، وهي دار حرب، وحديث عمر -رضي الله عنه -وأحاديث أخر بسطت القول فيها في غير هذا الموضع (اقتضاء الصراط المستقيم لمخالفة أصحاب الجحيم، ج ٢، ص ١٥ ، فصل في أعياد الكفار)

ترجمہ: پھر بے شک اگر آدمی، دارالحرب میں، خریداری کرنے کے لئے سفر کرے، تو ہمارے نزدیک جائز ہے، جس کی دلیل، ابوبکر رضی اللہ عنہ کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں ملکِ شام کی طرف تجارت کے لئے سفر کرنے کی حدیث ہے، جو کہ دارالحرب تھا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، اور دوسری احادیث ہیں، جن کے بارے میں میں نے دوسرے مقام پر تفصیل بیان کردی ہے (اقتضاء)

اور فقہ حنفی کی مستند کتاب ''شرحُ السير الكبير'' میں ہے کہ:

لا بأس بأن يحمل المسلم إلى أهل الحرب ما شاء إلا الكراع والسلاح والسبي وألا يحمل إليهم شيئاً أحب إلي لأن المسلم مندوب أن يستبعد من المشركين ...... وفي حمل الأمتعة إليهم للتجارة نوع مقاربة معهم فالأولى ألا يفعل ولأنهم يتقوون بما يحمل إليهم من متاع أو طعام وينتفعون بذلك (شرح السير الكبير، للسرخسي، ص ١٥٩٦، باب ما يكره إدخاله دار الحرب وما لا يكره)

ترجمہ: اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ، مسلمان اہلِ حرب (یعنی مقابلہ کرنے والے کفار) کی طرف جو چاہے لے جائے، سوائے گھوڑوں، اور اسلحہ، اور قیدیوں کے، البتہ اگر ان کی طرف کوئی چیز نہ لے جائے، تو مجھے زیادہ پسند ہے، کیونکہ ایک تو مسلمانوں کو مشرکین سے دور رہنا بہتر ہے......اور ان کی طرف تجارت کا سامان بھیجنے میں ان کے ساتھ ایک طرح کی قربت پائی جاتی ہے، پس بہتر یہ ہے کہ یہ عمل نہ کرے، اور دوسری بات یہ ہے کہ ان کی طرف جو سامان (اور روپیہ پیسہ) اور کھانا جاتا ہے، تو وہ اس سے مظبوط اور قوی ہوتے ہیں، اور اس سے انتفاع حاصل کرتے ہیں (اس لئے بہتر نہیں، لیکن گناہ بھی نہیں) (شرح السیر الکبیر)

(جاری ہے............)

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَ بْصَارِ﴾

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت موسیٰ اور خضر (حصہ چہارم)

حضرت خضر سے گفتگو

حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ میرا آپ کے پاس آنے کا ایک مقصد یہ ہے کہ آپ مجھے وہ خاص علم سکھلادیں، جو اللہ نے آپ کو دیا ہے۔

حضرت خضر نے فرمایا آپ میرے ساتھ صبر نہیں کرسکیں گے، کیونکہ میرے پاس ایک ایسا خاص علم ہے، جس کا تعلق تکوینی اسرار اور جزئیاتِ غیبیہ سے، جو اللہ نے مجھے دیا ہے، وہ آپ کے پاس نہیں، اور ایک علم ایسا ہے، جو اللہ نے آپ کو جو علم دیا ہے، جس کا تعلق اسرارِ شریعت اور احکامِ ہدایت اور اصلاحِ امت سے ہے، لیکن وہ علم میرے پاس نہیں، مطلب یہ ہے کہ میرا علم اور آپ کا علم دو مختلف قسمیں ہیں، دونوں یکجا جمع نہیں ہوسکتیں، اس لیے آپ میرے ساتھ نہیں رہ سکتے۔ [1]

قرآن مجید کی سورہ کہف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰۤى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا. قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا. وَكَیْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا (سورۃ الکہف، رقم الآیات ٦٦ الی ٦٨)

یعنی ''موسیٰ نے ان سے کہا کہ کیا میں آپ کے ساتھ اس غرض سے رہ سکتا ہوں کہ آپ

---

[1] فعندها قال الخضر لموسی إنک لن تستطیع معی صبرا أی إنک لا تقدر علی مصاحبتی لما تری منی من الأفعال التی تخالف شریعتک، لأنی علی علم من علم الله ما علمکه الله، وأنت علی علم من علم الله ما علمنیه الله، فکل منا مکلف بأمور من الله دون صاحبه، وأنت لا تقدر علی صحبتی. (تفسیر ابنِ کثیر، ج٥ ص ١٦٣، سورۃ الکہف)

www.idaraghufran.org

کو بھلائی کا جو علم عطا ہوا ہے، اس کا کچھ حصہ مجھے بھی سکھا دیں؟ انہوں (حضرت خضر) نے کہا کہ مجھے یقین ہے کہ آپ میرے ساتھ رہنے پر صبر نہیں کر سکیں گے۔ اور جن باتوں کی آپ کو پوری پوری واقفیت نہیں ہے، ان پر آپ صبر کر بھی کیسے سکتے ہیں؟''

مطلب یہ آپ شریعت کے پابند ہیں، اور احکامِ شریعت کا دارومدار ظاہر پر ہے، اور مجھ سے ایسے امور صادر اور سرزد ہوں گے کہ جو بظاہر شریعت کے خلاف ہوں گے، اور ان کے اصل راز اور اندرونی حقیقت کی آپ کو خبر نہ ہوگی، آپ ان کو دیکھ کر حیران ہوں گے، آپ کی نظر صرف ظاہر پر ہوگی، اور اس چیز کی باطنی حکمتوں اور مصلحتوں کا آپ کو علم نہ ہوگا، اس لیے آپ ایسے امور کو دیکھ کر صبر نہ کر سکیں گے، اور میں یہ بات جانتا ہوں کہ آپ میری باتوں کا انکار کریں گے، اور آپ اس انکار میں معذور ہوں گے، کیونکہ شریعت میں ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' فرض ہے، اور آپ نبی ہیں، اور نبی سے امورِ منکرہ پر صبر نہیں ہوسکتا، لیکن میں بھی ان امور کے کرنے میں معذور ہوں گا، اس لیے کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا مامور ہوں گا، اور من جانب اللہ میں اس کی باطنی حکمت و مصلحت پر مطلع بھی ہوں گا، اور آپ ان مصالح سے آگاہ نہ ہوں گے، اس لیے آپ میری باتوں پر صبر نہ کر سکیں گے، بہرحال آپ کے لیے میری باتوں پر صبر کرنا، اور سکوت اور خاموشی اختیار کرنا، بہت دشوار ہوگا، اور اگر سوالات اور مواخذہ اور روک ٹوک کا سلسلہ جاری رہا، تو تعلیم و تعلّم کا سلسلہ کیسے جاری رہ سکے گا، کیونکہ آپ اس چیز پر کیسے صبر کر سکتے ہیں، جو آپ کے احاطۂ علم سے باہر ہو، آپ کی نظر اس امر کی ظاہری قباحت پر تو ہوگی، مگر اس کے باطنی محاسن آپ کے علم سے پوشیدہ ہوں گے (کذا فی معارف القرآن ادریسی) [1]

---

[1] وجہ ذلک النفی ان الخضر علم انہ یری منہ أمورا منکرۃ ظاھرا ولا یجوز للانبیاء ان یصبروا علی المنکرات مالم یظھر علیھم وجہ جوازھا– قلت والسر فی ذلک ان شرائع الأنبیاء المرسلین الی الأمم مبنیۃ علی قواعد کلیۃ موجبۃ للصلاح الغالب بالنسبۃ الی العامۃ– فینبغی ان یکون وجوہ صلاحھا ظاھرۃ بالنسبۃ الی العامۃ– واما الاحکام التی یوحی بھا افراد الأنبیاء الذین لم یبعثوا الی الأمم بل اوحی إلیھم لصلاح أنفسھم او امتثال امور بینھم وبین اللہ تعالی فان تلک الاحکام تکون غالبا مبنیۃ علی حکمات لا یظھر وجہ صلاحھا علی العامۃ– وذلک وجہ انکار موسی علی ما اتی بہ الخضر وبناء علی مخالفۃ المشرب (وکون اتحاد المشرب والانقیاد وترک الاعتراض من شرائط الاستفادۃ) جعل الخضر عدم استطاعتہ علی الصبر علۃ لعدم إفادۃ صحبۃ الخضر إیاہ– ووضع العلۃ موضعہ کانہ قال صحبتی لا ینفعک فانک لن تستطیع معی صبرا (تفسیر المظھری، ج۶ ص ۱۵، سورۃ الکھف)

www.idaraghufran.org

حضرت موسیٰ نے جواب میں فرمایا کہ آپ مجھے ان شاء اللہ تعالیٰ صبر کرنے والا پائیں گے، اور میں کسی کام میں آپ کی مخالفت نہیں کروں گا، کیونکہ میں ظاہرِ شریعت کا مکلّف ہوں، باطن سے مجھے کوئی سروکار نہیں، لیکن میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کی مخالفت نہ کروں گا، ان شاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں گے، اور حتی الوسع میں کسی بات میں آپ کی نافرمانی نہ کروں گا، کیونکہ میں جانتا ہوں کہ آپ جو بھی کام کریں گے، اگرچہ وہ بظاہر میری نظر میں قبیح ہوگا، مگر وہ درحقیقت قبیح نہ ہوگا، اس لیے کہ جب اللہ رب العالمین نے آپ کی معیت اور مصاحبت کا حکم دیا ہے، تو یہ اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ آپ جو بھی کام کریں گے، وہ منشاءِ خداوندی کے عین مطابق ہوگا، اس لیے میں ان شاء اللہ حتی الوسع اس پر صبر کروں گا۔ [1]

[1] عاهد موسى عليه السلام على المصابرة لكونها شرطا لافادة الصحبة وقد امره الله تعالى بمصاحبته وشک فی إتيانه منه لان الاعتراض والمخالفة كان من لوازم مخالفة المشرب ناشيا منها من غير اختيار منه ولاجل ذلک .(تفسیر المظھری، ج٦ ص ٥٣، سورۃ الکھف)

علمی و تحقیقی رسائل (جلد22)

اہلِ تشیع کی ''تحقیق و تکفیر''

مصنّف: مفتی محمد رضوان

علمی و تحقیقی رسائل (جلد24)

(1)...برزخ وقبر کی حیات

(2)...ضعیف وموضوع حدیث کا حکم

مصنّف: مفتی محمد رضوان

ناشر:

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان۔051-5507270

www.idaraghufran.org

طب وصحت حکیم مفتی محمد ناصر

دانتوں کی صفائی کی اہمیت اور اس کے امراض

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں انسان کو جو حاصل ہیں، ان نعمتوں میں دانت بہت بڑی نعمت ہیں، دانتوں اور مسوڑھوں کی صحت اور تندرستی سے انسان ایک اچھی اور پُر لطف زندگی گزار سکتا ہے، اس کے برخلاف دانتوں کے امراض اور مسوڑھوں کی کمزوری کی وجہ سے انسان پُر لطف زندگی سے محروم ہوجاتا ہے۔منہ اوردانتوں کی صفائی کی کئی حدیثوں میں تاکید آئی ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ ایک موقع پر کچھ لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

> یہ کیا بات ہے کہ میں تمہیں پیلے دانتوں کی حالت میں آتا ہوا دیکھ رہا ہوں، تم مسواک کیا کرو، اور اگر مجھے اپنی امت کے مشقت میں پڑ جانے کا خوف نہ ہوتا تو میں (اللہ کے حکم سے) ان پر مسواک کو فرض قرار دے دیتا، جس طرح سے ان پر وضو کو فرض کیا ہے(مسند احمد) [1]

اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دانتوں کے صاف نہ کرنے پر سخت ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے۔

دیکھنے میں آیا ہے کہ اپنے جسم کی صفائی اور خوبصورتی کے لئے ان چیزوں کا خاص خیال رکھا جاتا ہے، جو سامنے نظر آنے والی ہیں، مثلاً بال، لباس، جوتے وغیرہ، مگر دانت جوکہ عموماً منہ کے اندر پوشیدہ اور چھپے ہوئے رہتے ہیں، ان کی صفائی سے عام طور پر غفلت اختیار کی جاتی ہے۔

دانت انسان کے لئے ایک ایسی ضروری نعمت ہیں، کہ جن کے بغیر انسان اکثر لطیف اور دل پسند چیزوں کے کھانے اور چبانے کے لطف سے محروم ہوجاتا ہے، غذا ابھی منہ کے اندر ہی ہوتی ہے، دانت غذا کو چبا رہے ہوتے ہیں، اور کھانا ہضم ہونے کا عمل منہ سے شروع ہوجاتا ہے، دانت سخت

---

[1] مَا لِیْ أَرَاکُمْ تَأْتُوْنِیْ قُلْحًا اسْتَاکُوْا لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰی أُمَّتِیْ لَفَرَضْتُ عَلَیْهِمُ السِّوَاکَ کَمَا فَرَضْتُ عَلَیْهِمُ الْوُضُوْءَ(مسند احمد، رقم الحدیث ۱۸۳۵)

www.idaraghufran.org

چیزوں کو چبا کر اور پیس کر معدہ میں بھیجتے ہیں، تو معدہ اکثر ان سخت اور ثقیل غذاؤں کو ہضم کر لیتا ہے، جبکہ بوڑھے یا جن لوگوں کے دانت نہیں ہوتے ان کا معدہ ثقیل اور سخت چیزوں کو ہضم نہیں کر سکتا ہے، جن لوگوں کے دانت گر جاتے ہیں ان کے ہضم کے نظام میں ضرور فرق پڑتا ہے، اور صحت پر بُرے اثرات پڑتے ہیں۔

دانتوں کی اہمیت کے ساتھ، مسوڑھوں کی بھی بہت اہمیت ہے، مسوڑھوں میں دانت گڑے ہوئے ہوتے ہیں، جیسے کوئی پودا زمین میں گڑا ہوا ہوتا ہے، اگر زمین ناقص اور بنجر ہو جائے، تو پودا سوکھ کر خراب ہو جاتا ہے، اسی طرح اگر مسوڑھے بیمار پڑ جائیں، تو دانتوں اور مسوڑھوں کے کئی امراض پیدا ہو سکتے ہیں، مسوڑھے دانتوں کو مضبوطی سے اپنے اندر قائم رکھے ہوئے ہیں، اور دانتوں کو غذا فراہم کرتے ہیں، اگر مسوڑھے بیمار ہو جائیں، تو دانتوں کو صحت مند غذا فراہم نہیں کر سکتے، لہٰذا مسوڑھوں کی صحت اور حفاظت کا خاص خیال رکھنا چاہیے، مسوڑھے اگر کمزور ہو جائیں، یا ان کو کسی اور مرض نے گھیر لیا ہو، تو انسان دانتوں سے اپنے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔

تجربات سے ثابت ہوا ہے کہ اگر کھانا کھانے کے بعد دانتوں کو مسواک، یا برش سے رگڑ کر یا پانی کی کلی کر کے اچھی طرح صاف کر لیا جائے، تو دانتوں کے پچاس سے ساٹھ فیصد امراض ختم ہو جاتے ہیں، دانتوں کی مضبوطی، تندرستی اور حفاظت کے لئے یہ بھی مفید ہے کہ کھانا کھانے کے بعد خلال کر کے دو دانتوں کے درمیان والی جگہوں کو اچھی طرح صاف کر لیا جائے، اور کھانا کھانے کے بعد خوب اچھی طرح کلی کر لی جائے، تا کہ خوراک کے باقی ماندہ ذرات دانتوں کی درمیانی جھریوں میں باقی رہ کر متعفن نہ ہو جائیں، اور دانتوں کی خرابی کی کوئی شکایت پیدا نہ ہو۔

صبح اور شام دو وقت دانتوں کو صاف کرنا، دانتوں کی صحت کے لئے بہت ضروری ہے، اس سے دانت صاف اور مضبوط ہوتے ہیں، اور منہ کی بدبو دور ہوتی ہے۔

خاص طور پر رات سونے سے پہلے روزانہ ایک مرتبہ دانت صاف کرنا نہایت ضروری ہے، کیونکہ دن بھر کھانے پینے کی اشیاء کے ذرات دانتوں میں پھنسے ہوتے ہیں، اگر دانت صاف کیے بغیر

﴿بقیہ صفحہ نمبر 59 پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اخبارِ ادارہ مفتی محمد ناصر

ادارہ کے شب وروز

□......مورخہ 22/ذی الحجہ بروز ہفتہ سے تعطیلاتِ عیدالاضحیٰ کے بعد تمام تعلیمی ودیگر شعبہ جات میں کام کا آغاز ہوا۔

□......مورخہ 12/محرم الحرام بروز جمعہ مفتی صاحب مدیر کا مع چند اراکینِ ادارہ کے، جناب راجہ غیور علی صاحب سے ان کی والدہ کی تعزیت کے سلسلہ میں ملاقات کے لئے جانا ہوا۔مرحومہ کا ستانوے سال کی عمر میں انتقال ہوا ہے۔اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت کاملہ فرمائیں۔آمین

□......تعمیرِ پاکستان سکول میں تعطیلاتِ عیدُ الاضحیٰ کے بعد مورخہ 17/ذی الحجہ (24/جون) بروز پیر سے تعمیرِ پاکستان سکول کا دفتر کھلنے،اورسکول کی اکیڈمی میں تعلیمی سلسلہ کا آغاز ہوا۔

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ 58 ''دانتوں کی صفائی کی اہمیت اوراس کے امراض''﴾

سویا جائے تو یہی دانتوں میں پھنسے ہوئے کھانے پینے کے ذرات منہ میں خراب ہوجاتے ہیں،اور نئی کھانے پینے کی چیزوں کے ساتھ شامل ہوکر معدہ میں پہنچتے ہیں،جس کی وجہ سے معدہ پر بہت بُرا اثر پڑتا ہے،معدہ ایک عرصہ تک اس صورتِ حال کا مقابلہ کرتا رہتا ہے،اگر دانتوں کی صفائی اور معدہ کی صحت کا خیال نہ رکھا جائے،تو پھر معدہ کا خراب ہونا اور بیماریوں کے اندر مبتلا ہونا یقینی ہے، اگر دانتوں کی صفائی کا ابتداء سے ہی خیال رکھا جائے،اور رات کو سونے سے پہلے روزانہ دانت صاف کرنے کا اہتمام کیا جائے،تو دانتوں،مسوڑھوں اور معدہ کے بہت سے امراض سے بچا جا سکتا ہے،غرضیکہ دانتوں اور مسوڑھوں کی ہمیشہ کی حفاظت اور تندرستی کا سب سے ضروری،اور آسان طریقہ دانتوں کی روزمرہ صفائی کرنا ہے۔

دانتوں کی صفائی میں آج کل قسم قسم کے برش،ٹوتھ پیسٹ اور منجن رائج ہیں،دانتوں اور مسوڑھوں کی صفائی اور مضبوطی کا ایک سادہ اور پرانا،نمک اور تیل والا طریقہ مشہور ہے،وہ یہ کہ صبح کھانے پینے سے پہلے دو چار مرتبہ سادہ پانی کی کلیاں کریں،اس کے بعد ایک چمچ سرسوں کے تیل میں دو،تین چٹکیاں نمک ملا کر دانتوں اور مسوڑھوں پر دبا کر ملیں،چند منٹ یہ عمل کریں،جو بھی گندہ مواد ہوگا،وہ نکل آئے گا،اس کے بعد چاہے تو برش یا مسواک یا کوئی اور منجن کرلیا جائے۔اگر یہ عمل مسلسل کیا جاتا رہے،تو دانت صاف،چمکدار اور بیماریوں سے محفوظ رہ کر مضبوط رہیں گے۔